ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

لن ترضی عنک الیہود و لا النصاری
حتی تتبع ملتھم۔

یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز خوش نہیں ہونگے
جب تک کہ آپ ان کے طریقہ کی پیروی نہ کریں۔

قرآن کریم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Phone [illegible]

نقوش حیات نو

○ مہمان اداریہ
مگس کو باغ میں جانے نہ دینا — مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۳
○ روشنی کا سفر
صیدر کا قبول اسلام — محمد سہیل فلاحی — ۵
○ بحث ونظر
وہائٹ ہاؤس کی دیواروں پر سیاہی — مولانا نذر الحفیظ ندوی — ۱۰
○ اصولی مباحث
فن تخریج اور اسکے قواعد (۲) — ڈاکٹر محمود الطحان — ۱۷
○ تعارف کتب
اسلامی مصادر کا تعارف (۲) — ڈاکٹر عبدالوہاب ابراہیم ابو سلیمان — ۲۳
○ شبہات حول السنۃ
گولڈزیہر اور امام زہریؒ (۱) — ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی — ۲۸
○ مذاہب عالم
توریت کی تاریخ تدوین (۵) — ابوالقمر فلاحی — ۳۳
○ تعارف وتبصرہ
معالجاتی مشاہدات — ظفر عالم خان — ۳۹
○ شعر ونغمہ
غزلیں — ام رفعت فلاحی، شفیع — ۴۱
○ جامعہ کے لیل ونہار
ادارہ — ۴۲
جناب ڈاکٹر قاضی اشفاق احمد صاحب کا توسیعی خطبہ
رپورٹ ''اجلاس انجمن طالبات قدیم''
شیخ الجامعہ کے ہمراہ اساتذہ وکارکنان جامعہ کا عمرانہ
مولانا محمد طاہر مدنی صاحب ''ناظم جامعہ''
نوواردان بساط چمن
مجلس عاملہ کے چند اہم فیصلے
اظہار تعزیت
اعلان عام
○ روداد انجمن
رپورٹ ''شوریٰ انجمن طالبات قدیم'' — آسیہ فلاحی — ۴۸

مہمان اداریہ

مگس کو باغ میں جانے نہ دینا

مولانا عبداللہ عباس ندوی

راقم نے اپنی کم عمری کے زمانے میں یہ شعر سنا تھا۔

مگس کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

اس کا مطلب مجھے بتایا گیا تھا کہ شہد کی مکھیوں (مگس) کو باغ میں جانے نہ دو اس لئے کہ اگر یہ مکھیاں باغوں میں گئیں تو پھولوں کا رس چوسیں گی اور واپس آکر شہد کی مکھیوں کے چھتوں میں وہ رس ڈال دیں گی۔ ان سے شہد ہوگا اور شہد کے ساتھ موم بنیں گے اور اس طرح موم سے بتیاں بنیں گی، جب بتیاں سر شام جلائی جائیں گی تو پروانے آ آکر ان پر گریں گے، ان کا خون ہوگا، جس کے ذمہ دار وہ سمجھے جائیں گے جنہوں نے مکھیوں کو باغ میں جانے سے روکا نہیں تھا۔

تمثیل پرانی ہے اور بہت پرانی شعر کس دل جلے نے کہا تھا اور کس کے لئے کہا تھا یہ بھی ایک پرانی بات ہے لیکن اس سے زیادہ سچا شعر اہل سیاست اور دانشور حکمرانوں کو کسی نے نہیں بتایا ہوگا۔

یہودی سوداگروں نے اپنی سیاست کے لئے فلسفہ اسی شعر سے اخذ کیا ہے آج وہ عالم اسلام پر حملہ آور ہیں، اسلامی قدروں کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، بلکہ وجود انسانی کے سب سے بدترین دشمن اپنے ناخن وچنگل کی آزمائش مسلمانوں کی نرم کھالوں پر کررہے ہیں، وہ براہ راست نہیں مگر عیسائیوں کے ساتھ ظلم فن ستم گری کے عروج پر پہونچ گئے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے مالدار ملک اور پٹرول کے مالک، مسلمانوں کے زندہ رہنے کا سبب بن رہے ہیں، ان کے مدرسوں کی مدد کررہے ہیں، گاؤں گاؤں اور شہر شہر جو مدرسے قائم ہیں ان کو اپنے خیرات وصدقات کے ذریعہ ترقی دے رہے ہیں، اور یہی بچے مدرسوں کی چہار دیواری سے اپنا سر اٹھائیں گے، اور اللہ اور اس کے رسول کا نام لیں گے، اسلام کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بنیں گے، اور انسانی آبادی کو یہود ونصاریٰ کی غلامی سے نجات

دلائیں گے، وہ انسانوں کو حقوق یاد دلائیں گے، شرافت وانسانیت کے نام لغت کی کتابوں سے نکالے نہیں دیں گے، ساری دنیا کی محنتیں قربانیاں اور ان سے پیدا ہونے والی دولتیں صرف ایک یہودی خزانہ میں جمع نہیں ہونے دیں گے۔ یہ شہروں سے کٹے ہوئے گاؤں، چند درختوں کا سایہ اور کنویں کے پانی سے پروان چڑھنے والے دیہاتی اپنے اندر خدا کا خوف پیدا کریں گے، آخرت کی بات کریں گے، جنت اور جہنم پر یقین رکھیں گے، مرنے کے بعد ایک اور زندگی کے قائل ہوں گے اور دوسروں کو قائل کریں گے لہذا ان کے مدرسوں کو سایوں سے محروم کرو، دیوار کے سایوں میں چھپر کے نیچے ٹاٹ پر بیٹھے ہوئے نیم فاقہ کش قوم زندگی کے ادنیٰ سے ادنیٰ حقوق سے محروم کردی جائے تا کہ یہ مدرسے ویران ہو جائیں اور اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ رہے، کیونکہ ہر اللہ کا نام لینے والا، سلامتی کی آواز اٹھانے والا حق اور حقانیت کا کلمہ پڑھنے والا سب سے بڑا دہشت گرد ہے، (واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین کفروا) یہ انسانوں کو انسانی حقوق دلانا چاہتا ہے اور اس سے بڑھ کر دہشت گردی کیا ہوگی کہ وہ آزادی سے دوسروں کو سانس لینے کا موقع دینا چاہتا ہے لہذا ان کی روک یہاں سے کی جائے کہ کوئی گیہوں کا دانہ ان کی زمین پر گرنے نہ پائے ورنہ یہ دانہ پودا بن جائے گا، اس سے دوسرے دانے پیدا ہوں گے اور ایک لہلاتی ہوئی کھیتی زمین پر جنم لینے لگے گی اور اس گیہوں کو کھا کر لوگوں کے بازو میں طاقت آئے گی، اور آج نہیں تو کل یہی لوگ پوری دنیا کو اپنے قبضہ میں رکھنے والوں کی ہوس کا راستہ روکیں گے، اس لئے!

کسی کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

روشنی کا سفر

ھیدر کا قبول اسلام

Heather's Conversion story

محمد سہیل فلاحی
استاذ انگریزی ادب شعبہ عالی
جامعۃ الفلاح

میں ایک نومسلم خاتون ہوں۔ ۱۵ اگست ۲۰۰۲ء کو میں نے کلمہ طیبہ ادا کیا ہے۔ میں ایسا کرنے پر بہت خوش ہوں اسلام کے مطابق زندگی گزارنا اچھا لگ رہا ہے۔ اپنی پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے کی متلاشی رہی۔ میری پرورش ایک عیسائی گھرانے میں ہوئی۔ میں نے مختلف مذاہب وعقائد کا سچائی اور ہدایت کی خاطر مطالعہ کیا اور اب الحمد اللہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی ہوں۔

تھوڑا بہت میں اپنی زندگی کی سرگزشت کے بارے میں گفتگو کرنا چاہوں گی۔ میں امریکہ کے شہر وسکونسن Wisconsin میں پیدا ہوئی وہیں پر میری پرورش بھی ہوئی۔ جب میں پیدا ہوئی تو میرے والدین کویکرس قوم Quavers سے تعلق رکھتے تھے اس طرح مذہب سے یہ میرا پہلا ربط تھا۔ کویکرس بہت کھلے ذہن ودماغ کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس طرح میرا مختلف قسم کے لوگوں اور عقائد سے ربط ہوا اور تھوڑا بہت دوسرے مذاہب کے تئیں عصبیت بھی میرے اندر پروان چڑھی ۔ جب میں ۹ سال کی ہوئی تو میرے والدین کے درمیان طلاق کی وجہ سے علیحدگی ہوگئی اور میرا خیال ہے کہ میرے والدین طلاق کے بعد کچھ روحانی بحران کا شکار ہوگئے۔ بہرنتیجہ کو میں اور میرا بھائی اپنے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ باری باری رہتے تھے۔ اور ان کے روحانی سکون کی تلاش میں ہم مختلف گرجا گھروں بالخصوص پروٹسٹنٹ گرجا گھروں میں جایا کرتے تھے۔

میری ماں ہمیں پنٹی کوسٹل نامی گروہ (Pentecostol) کے یہاں لے جاتی تھی۔ جو ایسی زبان میں گفتگو کرتے تھے (جس کے بارے عام خیال یہ تھا کہ یہ فرشتوں کی زبان ہے اور خدا کی طرف سے الہام ہوتی ہے) جو لوگوں کو دعا کے ذریعہ سکھائی جاتی تھی۔ مجھے اچھی طرح سے یاد

ہے کہ وہاں پر کرسیوں پر میں کھڑی لوگوں کے ذہنی تاثرات کا مشاہدہ کرتی تھی۔ میرے والد ہم دونوں کو کنگریگیشنل نام چرچ "Congregational" میں لے جاتے تھے۔ جو چینی کونسل کردہ کا بالکل الٹا ہے یہ ہالینڈ کے اصلاح پسندوں کے ذریعہ قائم کیا گیا ہے اور اسی چرچ میں میری سوتیلی ماں بھی جاتی تھی اور یہاں پر کچھ مطلقہ عیسائی بھی عبادت کے لئے خاص طور سے آیا کرتے تھے۔

بالآخر میری ماں اپنے بچپن کے گرجا گھر میں جانے لگی جس کو "THe Wisconsin Evangelical Lutheran synod" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ میں سے کوئی بھی اگر تھوڑا بہت اس لوتھر قوم کے بارے میں جانتا ہے تو اسے اچھی طرح معلوم ہوگا کہ یہ مذہبی معلومات میں بہت سخت ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی لوتھرنس کے علاوہ کسی دوسرے عیسائی کے ساتھ چرچ میں عبادت کرنے کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ یہ اپنے کو دوسروں سے مختلف عقیدے کا حامل سمجھتے ہیں۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ لوگ مذہبی اعتبار سے زیادہ متشدد ہوتے ہیں اگرچہ یہ بات میں نے اپنی نانی کے سامنے کبھی نہیں کی اس چرچ میں عبادت کی غرض سے میں ہفتے میں صرف ایک بار اسکول سے فارغ ہونے کے بعد جایا کرتی تھی میں نے گریجویشن کرلیا پھر بھی مجھکو وہ چیز نہیں ملی جس کی تلاش میں ان گرجا گھروں کا میں چکر لگایا کرتی تھی۔

ہائی اسکول میں میرے کچھ عیسائی دوست تھے ان کا خیال تھا کہ چونکہ عقیدے کے اعتبار سے وہ عیسائی ہے لہذا ان کو بہت زیادہ عبادت وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بائبل کو سمجھ کر پڑھنے کے لئے باہم ملاقاتیں کرتے تھے اور کم سے کم ایک مرتبہ چرچ میں ضرور جایا کرتے تھے۔ میں نے عیسائیت کے تقریبا تمام فرقوں کے نظریات وعقائد کا سچائی اور حق کے تلاش کی خاطر بغور مطالعہ کیا ان کے فرقوں کے لوگوں سے ملاقاتیں کی اور ان کے عبادت اور دعا کی مجلسوں میں بھی شریک رہی۔ پھر میری شناسائی کیتھولک فرقے سے ہوئی اور میں اس بات پر قائل ہوگئی کہ مجھکو اس روشنی کے حصول کے لئے راہبہ بن جانا چاہئے لیکن کچھ ایسی باتیں تھی جو مجھکو ایک راہبہ بننے سے روک رہی تھیں۔

کالج کی زندگی کے دوران میں مختلف مذاہب کے سلسلے میں تقابلی مطالعے پر بہت زور دیتی تھی اور پوری زندگی مذاہب کا مطالعہ کرنا نہ صرف میرا مشغلہ اور ہابی Hobby تھا بلکہ میں جتنا

زیادہ مطالعہ کرتی گئی اتنا ہی شبہات کا ازالہ ہوتا گیا۔ میں نے عیسائیت کے علاوہ دیگر مذاہب جیسے ہندوازم، بدھ مت، یہودیت، اور ہینگرم Paganism وغیرہ کا مطالعہ بھی کیا تا کہ سچائی اور حق کی تلاش میں مجھے کامیابی مل سکے۔

اسلام سے کس طرح قریب ہوئی یہ ایک عجوبہ ہے ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کا اندوہناک حادثہ اسلام سے قربت کا میرے لئے سبب بنا۔ اس سے پہلے دوسرے لوگوں کی طرح میرا بھی خیال تھا کہ اسلام ایک جابر عورت سے نفرت کرنے والا اور بڑا ہی سخت قسم کا مذہب ہے اپنے پورے مذہبی مطالعے میں کبھی بھی میں نے اسلام کے بارے میں مطالعہ نہیں کیا تھا اس لئے جو بھی دینیات پر میں نے کلاس کیا اس میں کبھی بھی اس کی ضرورت نہیں محسوس کی اور اب تک ذرائع ابلاغ نے بھی میرے سامنے اس کو صحیح رنگ میں نہیں پیش کیا تھا۔ البتہ ۱۱ستمبر کے بعد اخبارات وغیرہ میں شائع ہونے والے مضامین نے اسلام کو سمجھنے میں میرے لئے ایک نئی راہ فراہم کی۔

ایک روز اپنی ساس کے ساتھ گفتگو کرتے کرتے ہم دونوں اسلام پر بحث کرنے لگے ان کا کہنا تھا کہ "تمام مسلمان فطرتاً ظالم اور سخت ہوتے ہیں" مجھکو یہ کہنے میں ذرا بھی عار نہیں ہے۔ کہ وہ بہت ہی تنگ ذہن کی عورت تھیں۔ اور پروٹسٹنٹ عیسائیت کے تنگ نظریات سے ہٹ کر انہوں نے اپنے ذہن کو کبھی سمجھانے کی کوشش نہیں کی جب انہوں نے اسلام پر اس طرح سے گفتگو کے دوران حملہ کیا تو میں ان کی بات سمجھ نہیں سکی البتہ مجھکو ایسا لگا کہ اسلام کے تئیں جو کچھ بھی میری معلومات ہے اس کی بنیاد پر میں کبھی بھی ان سے اتفاق نہیں کرسکوں گی۔ اپنے کالج میں کلاسوں کے دوران میں نے اسلام کے پانچ ستون کے بارے میں جانکاری حاصل کی اور یہ کہ مسلمان مکہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس لئے کہ وہ ان کے نبی کی جائے پیدائش ہے۔ اس دوران مجھکو اسلام کے تعلق سے کچھ پمفلٹ اور کتابچے ایک ویب سائٹ (Attp:// www. why-islam. orsf) کی جانب سے موصول ہوئیں میں نے ان سے پتہ کرنے کی کوشش کی کہ آیا ہم مسلمانوں سے ساتھ جنگ کرنے جارہے ہیں۔ میں مسلمانوں کے تعلق سے زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد ان کی جانب سے پمفلٹ آئے۔ میں نے ان کا بغور مطالعہ کیا اور حیرت زدہ رہ گئی یہ جان کر کے کہ یہ مذہب بالکل اس اسلام سے مختلف ہے جس کے بارے میں

میں جاتی تھی۔ اس اسلامی ویب سائٹ کی جانب سے ایک رضا کار نے مجھ کو ای میل کے ذریعے قرآن کا انگریزی ترجمہ بھیجنے کی پیش کش کی، میں نے سوچا کیوں نہ اس شخص کے اس خوبصورت تحفے کو قبول کرلیا جائے اب تک میں نے بائبل، ہندو ودھ، تالمود وغیرہ کو جانکاری کی خاطر پڑھا تھا اس لئے اس پیش کش کو بھی قبول کرلیا۔ اس کے بعد وہ کتاب مقدس و دیگر دو کتابوں کے ساتھ مجھ تک بھیجی گئی ایک کتاب کا نام (اسلام کی طرف ایک واضح رہنمائی) "An Illustrated Guidele To Islam" اور دوسری کا نام رسالہ دینیات یعنی "Towords Understandie the Islam" تھا۔ پہلے ان کتابوں کا میں نے مطالعہ کیا پھر قرآن کے ترجمے پڑھنے شروع کئے پھر ایسا ہوا کہ یہ کتاب میرے دل و دماغ میں گھر کرتی گئی اور میں نے اپنے دل میں محسوس کیا کہ آخر کار وہ راستہ مجھ کو مل ہی گیا جس پر چل کر میں اپنے رب کو خوش رکھ سکتی ہوں۔

میں نے اپنے آپ سے یہ وعدہ لیا کہ اس وقت تک میں کلمہ شہادت ادا نہیں کروں گی جب تک کہ پورا قرآن نہ پڑھ لوں اس لئے کہ اسلام کے دوسرے پہلو کو سمجھنے کی خاطر میں گھنٹوں انٹرنیٹ پر اپنا وقت لگاتی تھی۔ انٹرنیٹ پر جو بھی مجھ کو معلومات ملی ان کے بارے میں پہلے سے ہی تھوڑا بہت مجھ کو جانکاری تھی البتہ مجھ کو یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی کے شروع ایام سے ہی اسلام کی جانب میری رہنمائی کر رہا تھا۔

میں نے دعائیں کی، اپنے دل کو ٹٹولا اور یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ آخر کیوں میں نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا تھا میں نے سوچا کہ اب میرے دوست واحباب اور خاندان والوں کا میرے ساتھ سلوک کیسا ہوگا اور اس سماج میں حجاب پہننے پر لوگ کتنا زیادہ برہم ہوں گے کوئی پرواہ نہیں۔ چاہے لوگ کچھ ہی سوچیں اللہ تعالیٰ مجھکو ہدایت دینے کے لئے بلا رہا تھا اور میں نے لبیک کہہ دیا۔ ۱۵ اگست ۲۰۰۲ء کی شام میں نے اپنے انٹرنیٹ والے دوست کے سامنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنی زبان سے ادا کیا اور مسلم بن گئی۔ اور جب میں اپنے شوہر کو اس چیز سے مطلع کر رہی تھی تو اپنے آپ کو بہت عظیم محسوس کر رہی تھی۔ در اصل اتنے جلدی اسلام قبول کرنے کا میرا ارادہ نہیں تھا مگر جب کوئی چیز صحیح ہوتی ہے تو وہ فوراً اپنا اثر دکھانے لگتی ہے۔

میں نے اپنے شوہر کو اس کے بارے میں بتایا اور وہ میرے ساتھ بہت زیادہ معاون ثابت ہوئے شروع شروع میں ہم دونوں کو تھوڑا بہت دشواری ہوئی لیکن جلد ہی ہم نے اس پر قابو پا

لیا۔ وہ خوف زدہ تھے۔ اس بات پر کہ ۱۱ ستمبر کے بعد مسلمانوں کے ساتھ لوگوں کا سلوک امریکہ میں درست نہیں تھا اور اسی وجہ سے ان کو یہ احساس ہونے لگا کہ اسلام قبول کر کے میں نے کچھ غلطی کی ہے تاہم وہ بہت زیادہ رحم اور سمجھ بوجھ والے آدمی تھے۔

مجھ کو ابھی مسلم ہوئے زیادہ دن نہیں گزر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر کام نہیں کرتا ہے بحیثیت مسلمان میرے اوپر جو ذمہ داریاں آن پڑی تھی وہ مجھے کرنی پڑی بالخصوص اس وقت جب میں نے حجاب پر ایک مضمون پڑھا کہ آخر مسلم عورتیں حجاب کیوں نہیں پہنتی ہیں ایک وجہ تو یہ ہے کہ عورتیں خوف زدہ ہوتی ہیں اس بات پر کہ ان سے کہیں یا کسی جگہ حجاب اتار لیا جائے گا اور پھر ان کو نقصان پہونچانے کی کوشش کی جائے گی اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی بھی انسان مستقبل کے تعلق سے کچھ بھی پیشن گوئی نہیں کرسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کا اسکارف اتار لیا جائے گا یا یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو چھوڑ دیا جائے تو کیا اس کے باوجود حجاب نہ پہننے میں اب بھی کوئی قباحت یا وجہ ہے؟ بہر حال اسلام قبول کرنے کے بعد کچھ اس طرح کے میرے اپنے جذبات واحساسات تھے جو میں نے بیان کیا ہے۔

(بشکریہ مسلم یوتھ ستمبر ۲۰۰۳ء)

بحث ونظر

وہائٹ ہاؤس کی دیواروں پر سیاہی

مولانا نذر الحفیظ ندوی

مسلمان مغربی پروپیگنڈے سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں نصف صدی سے ہمارے حوصلوں اور عزائم کو توڑنے کی مسلسل کوشش کی جارہی ہے چھوٹے سے واقعہ کو اتنا ہولناک بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ ہم لوگ اسلام کے مستقبل کی طرف سے مایوس ہو جاتے ہیں حالانکہ خود قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام اور مخلص مومنوں کی شدید اور غیر معمولی آزمائش کی جو تصویر کشی کی ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ زلزلے کی طرح انہیں ہلایا جانا ان کو زبردست آزمائش کی بھٹی میں ڈالنا اور کندن بنا کر نکالنا تو ہم مسلمانوں کے لیے مقدر ہو چکا ہے۔ خون صد ہزار انجم کے بعد ہی تو سحر نمودار ہوتی ہے، اسی سحر کے آثار دریائے دجلہ کے کنارے اکیسویں صدی کے آغاز میں ظاہر ہونے لگے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح شہنشاہ کسریٰ اپنے تخت وتاج سے محروم ہوا جدید دور میں امریکی شہنشاہ قیصر بھی عراق کے ریگ زاروں میں اپنی ناک رگڑ رہا ہے، حطین کے معرکہ میں پوری عیسائی دنیا سمٹ کر آگئی تھی اس ذلت آمیز شکست کے بعد یورپ کے تمام گھروں میں کہرام مچ گیا اسی طرح جدید صلیبی جنگ میں مغربی دنیا کو مٹھی بھر فوج کے مقابلے میں لانے والے وہائٹ ہاؤس کے چہرے پر سیاہی پوتی جارہی ہے اسی کے ساتھ پوری عیسائی اور یہودی دنیا میں کہرام برپا ہو رہا ہے مغربی مبصرین ابھی سے امریکی شہنشاہیت کے زوال اور اس سے پیدا ہونے والے سوالات کا تجزیہ کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ویتنام میں امریکہ کو جو شکست ہوئی اس میں بیس سال کا عرصہ لگ گیا اور ساٹھ ہزار امریکی فوجی مقتول اور لاکھ سے زائد مجروح ومعذور ہوئے اس صدمہ کو امریکہ نے اس لیے برداشت کر لیا کہ وہ شہنشاہ تھا، ویتنام سے مقابلہ میں صلیبی روح کارفرما نہیں تھی دوسری بات یہ ہے کہ چین اور روس جیسی طاقتوں کی پشت پناہی ویتنام کو حاصل تھی اس وقت امریکی اسلحہ اور ذرائع ابلاغ اتنے ترقی یافتہ نہیں تھے کہ پل پل کی تصویر امریکی سماج کو دکھائی جاتی لیکن عراق کے ساتھ جنگ میں صلیبی جذبہ کارفرما ہے جنگ سے پہلے ہی سے امریکی عوام ہی نہیں پوری دنیا اس جنگ کے خلاف تھی تیسری حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کے پاس ایک لاکھ تیس

ہزار فوج ہے جو جدید ترین اسلحہ سے لیس ہے وہ صرف اپنے لیے ہی نہیں پوری مغربی دنیا خصوصاً یہودیوں [illegible] کے لیے عراق کو بنیاد بنا کر عالم عربی پر مکمل قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یعنی فوجی غلبہ کے ساتھ تہذیبی اور [illegible] سے اس عالم اسلام کو نیست ونابود کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ اسی مقصد کو سامنے رکھ کر امریکہ اور [illegible] طاقتوں نے منصوبہ بندی کے مطابق عالم اسلام پر ایسی قیادت مسلط کردی جو اسلامی روح کو [illegible] لانے میں اس کی مدد کرے، بعث پارٹی کے ملحدانہ دستور اور نظام تعلیم کی حمایت سے بجا طور پر [illegible] کی کراس کا نجات دہندہ کی حیثیت سے استقبال کیا جائے گا، مادی اور معنوی دونوں اعتبار [illegible] نے عراق، مصر اور شام کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی، ایران سے جنگ میں الجھا کر اس کی فوجی [illegible] ایٹمی مرکز کو تباہ کرانے میں اسرائیل کو ذریعہ بنایا اس پر بس نہ کر کے اقوام متحدہ کو آلہ [illegible] سے اقتصادی پابندی عائد کردی غرض جب اس نے اچھی طرح عراق کو جکڑ دیا تو ایک [illegible] کے ساتھ حملہ آور ہو گیا اور یہ شکوہ کر رہا ہے کہ پانچ ہزار مسلح جنگجوؤں سے ہمارا مقابلہ ہے [illegible] میں کامیاب ہوں گے اور کامیابی کا حال یہ ہے کہ امریکی گورنر پال بریمر صاحب ایک جگہ [illegible] بدلتے رہتے ہیں حتی کہ وہائٹ ہاؤس کے مالک بش صاحب بھی رات کی تاریکی [illegible] بغداد آئے اور چوروں ہی کی طرح واپس چلے گئے۔

[illegible] کے حوالے سے چند خبریں ملاحظہ فرمائیں!

امریکی روزنامہ واشنگٹن پوسٹ پنٹاگن کے ذمہ داروں کے حوالے سے اور خود اپنے نامہ [illegible] کی بنیاد پر لکھتا ہے کہ امریکی ہسپتالوں میں روزانہ زخمی فوجی برابر آرہے ہیں بہتوں کا ہاتھ کاٹنے پر سرجن مجبور ہیں۔ خاصی تعداد سنگین طور پر زخمی ہونے والوں کی ہے۔ یہ صورت امریکیوں کے لیے بہت سنگین اور انتہائی المناک ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ باوجودیکہ امریکی فوجی بلٹ [illegible] پہنتے ہیں جس کی وجہ سے جانی نقصان کم ہو رہا ہے لیکن پھر بھی مجروحین کی تعداد بہت زیادہ [illegible] بڑھ رہی ہے اکثر زخمی اپنے ہاتھ پاؤں سے محروم ہو رہے ہیں۔ بموں کے [illegible] پھٹتے ہیں تو وہ جسموں کو بھی جلاتے ہیں اور آنکھوں، کانوں اور ہاتھ کو بھی زخمی کر جاتے [illegible] امریکی ہیں جنہیں عراقی امریکیوں کو واپس کر رہے ہیں افسوسناک بات یہ ہے کہ ایسے

زخمی اور معذور فوجیوں کی عمریں ۲۳ اور ۲۶ کے درمیان ہیں۔ اخبار کے مطابق گزشتہ اپریل سے لے کر نومبر تک دو ہزار فوجیوں کا علاج کیا جا چکا ہے ہر روز دس زخمیوں کا اوسط ہے، ہر ماہ تین فوجی زخمی ہو کر عراق سے واپس جاتے ہیں، امریکی جہاز دون تھرٹی ہر روز رات کی تاریکی میں بغداد ایئرپورٹ پر اترتا ہے اور دن بھر کے زخمیوں کو لے کر جرمنی پرواز کر جاتا ہے جہاں امریکہ کے آٹھ بڑے فوجی ہسپتال ہیں ان زخمیوں کو لانے کے بعد مختلف ہسپتالوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جو امریکی مقتول ہوتے ہیں انہیں خلیجی ملکوں میں موجود فوجی ہسپتالوں کے کولڈ اسٹوریج میں ڈال دیا جاتا ہے پھر دو دو کر کے انہیں قسطوں میں امریکہ بھیجا جاتا ہے تاکہ امریکی عوام ایک ساتھ بہت سی لاشیں دیکھ کر خفا نہ ہو جائیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ روز بروز عراقیوں کی طرف سے مزاحمت اور حملوں میں شدت بڑھتی جا رہی ہے۔ ویتنام کی جنگ میں اپنے دونوں پیروں سے محروم سابق امریکی فوجی ستاون سالہ جیم مایر کہتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ویتنام کے بعد اتنی تعداد میں زخمیوں کو نہیں دیکھا، جیم مایر کے بقول ہر روز امریکی ہسپتالوں میں زخمیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے امریکی فوجیوں کے لیے جو ہسپتال ہیں ان کی خاصی تعداد زخمیوں سے بھری پڑی ہے ان کے ساتھ خاندان کے لوگ بھی ہیں اس حد تک یہ ہسپتال زخمی فوجیوں کے خاندان سے بھر چکے ہیں کہ ۲۰۰ر کمرے بھی ان زخمیوں اور ان کی فیملی کے لیے ناکافی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی فوجی مراکز میں خیمے نصب کیے گئے ہیں تاکہ زخمیوں کا علاج کیا جا سکے۔

دو ہفتے قبل مشہور خبر رساں ایجنسی رائٹرز نے عراق اور ویتنام کی جنگ میں ہوئے امریکہ کے جانی نقصانات کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ویتنام کی جنگ میں دو سال کی مدت (۱۹۶۲ء-۱۹۶۴ء) میں ۱۳۹۲ر امریکی مارے گئے تھے جب کہ مارچ سے نومبر تک کی مدت میں ۱۳۹۳ر امریکی مارے گئے۔ انتیس اٹالین فوجیوں اور دو جاپانی سفارت کار آٹھ اسپینی فوجیوں کا مرنا اس حساب میں شامل نہیں ہے۔

ایک اور رپورٹ امریکی روزنامہ ہیرالڈ ٹریبیون نے یورپی ذرائع سے شائع کی ہے وہ لکھتا ہے کہ یورپی مبصرین کے جائزہ کے مطابق اب اصل جنگ شروع ہوئی ہے رمضان کی وجہ سے اس میں مزید شدت آگئی ہے۔ تازہ ترین خفیہ رپورٹوں کے مطابق امریکیوں کے جانی نقصانات پہلے سے کہیں زیادہ بڑھتے جا رہے ہیں اگرچہ امریکی ذمہ داروں کی پوری کوشش ہے کہ وہ اپنے جانی نقصانات کو چھپائیں کیمرہ

مینوں اور اخبار نویسوں کو تصاویر لینے سے روک دیا گیا ہے حتی کہ پینٹاگون کی اجازت کے بغیر کوئی رپورٹ بھی باہر نہیں بھیجی جا سکتی، لیکن شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپانے سے حقائق بدل نہیں جائیں گے۔ یورپی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکی خفیہ ذرائع بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ عراقیوں کے کمانڈوز جگہ جگہ امریکی فوجیوں کے لباس میں کامیاب حملہ کر رہے ہیں، ایک جگہ تو انہوں نے اسلحہ کے ایک بڑے ذخیرے کو دھماکے سے اڑا دیا اور چودہ امریکی فوجی محافظوں کو گرفتار کر لیا اور قتل کر دیا، ایک دوسرے ذخیرۂ اسلحہ پر قبضہ کر کے عراقیوں نے نامعلوم انہیں راتوں رات محفوظ جگہ منتقل کر دیا حتی کہ عراقی خفیہ پولیس نے امریکی فوج کے خفیہ مواصلاتی نظام تک رسائی حاصل کر لی ہے اور انہوں نے اس کے ذریعہ بہت سے فوجی مراکز پر حملہ کر کے تباہ کر دیا۔ یورپی رپورٹ کہتی ہے کہ آنے والے دنوں میں امریکیوں کی ناکامی کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی خود امریکی ذمہ داروں کا احساس یہ ہے کہ عراقیوں نے شکست کے صدمہ سے اپنے کو نکال کر ساری توجہ امریکی فوج پر مرکوز کر دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ امریکی فوج کے خلاف سب سے زیادہ شدید جذبات اور حملے سنی اکثریت کے علاقوں میں ہو رہے ہیں۔ فلوجہ، موصل، کرک اور تکریت ان حملوں کے بڑے مراکز ہیں جیسا کہ ایسوسی ایٹیڈ پریس نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ شمالی عراق میں موصل شہر کی مساجد کو امریکی فوج کے خلاف جنگی محاذ کی حیثیت دے دی گئی ہے ان کا جہاد اور جوش و جذبہ برابر بڑھ رہا ہے اور یہ باعث تشویش ہے۔

رمضان المبارک میں جہادی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے میڈل ایسٹ آن لائن نے جو تجزیہ کیا ہے اس کے مطابق رمضان میں عراقیوں نے اپنے حملے میں مزید شدت دکھائی ان تمام حملوں کو مغربی میڈیا نے بہت گھٹا کر پیش کیا اور لکھا کہ روزانہ دو یا تین حملوں کا تناسب ہے جب کہ صرف اس ماہ عشروں میں دو سو بائیس حملے ہوئے فوجی مراکز پر جو حملے ہوئے ان کی تصاویر کھینچنا جرم ہے۔ ہاں شہری علاقوں میں اگر کوئی حادثہ ہو جاتا ہے تو اس کی تصویر کے لیے اجازت ضروری ہے۔ عراقیوں کا کہنا ہے کہ عراق کے دور دراز علاقوں میں امریکی فوجیوں پر حملوں کی تعداد بڑھ گئی ہے وہاں خبریں ہم لوگ قصداً نہیں دیتے امریکی بھی اسے گول کر دیتے ہیں عراقیوں کا کہنا ہے کہ امریکہ تو آزادی کا علمبردار ہے اس کی صحافت آزاد ہے لیکن عراق میں اس نے صحافیوں کو اس کی اجازت نہیں دی کہ تصویریں لیں اور خبریں بھیجیں۔

عراقی اخبارات پر بھی پابندی ہے کہ وہ ایسی خبریں اور تصاویر شائع نہیں کر سکتے جو امریکی مفاد کو نقصان پہنچائیں۔ مثلاً بغداد سے باہر پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر رمادی کے علاقہ میں آٹھ دس گھنٹہ امریکی فوجیوں کے ساتھ معرکہ آرائی ہوئی دو درجن سے زائد امریکی مقتول ہوئے، جب جانی نقصان بڑھنے لگا تو جنگی ہیلی کاپٹر نے مداخلت کی اور جس عمارت سے گولیاں چلائی جارہی تھیں اس پر گولیاں برسائیں اور تین حملہ آوروں کو قتل کر دیا۔ عراقیوں کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ امریکی شہنشاہ پر تاک کر نشانے لگا رہے ہیں اور ہر روز نئی حکمت عملی اپناتے ہیں، اسلحہ کا استعمال وہ بڑی مہارت سے کرتے ہیں اور امریکی فوجیوں کی نقل و حرکت کے بارے میں صحیح اور مستند معلومات حاصل کرتے ہیں، رشید ہوٹل پر عراقی مجاہدین نے اس وقت حملہ کیا جب امریکی وزارت خارجہ کے سکریٹری اور عراق پر حملے کے منصوبہ ساز پال وولفوٹز موجود تھے وہ تو بال بال بچ گئے البتہ ایک بڑا امریکی فوجی جنرل اس حملہ میں مارا گیا اس حملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عراقیوں کو بروقت صحیح معلومات ملیں اور انہوں نے نشانہ بھی صحیح لگایا جس دن عراقیوں نے امریکی ہیلی کاپٹر کو گرایا اس میں سولہ فوجی مارے گئے اور بیس سنگین طور پر زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ فلوجہ اور بغداد میں مزید تین امریکی مارے گئے اس طرح ایک دن میں انیس امریکیوں کا مارا جانا عراقیوں کے نزدیک تاریخی واقعہ ہے اور رمسفلڈ کی نظر میں خوفناک دن تھا پھر ۱۲ نومبر کو اٹلی کے بیس فوجی مارے گئے اس کے ساتھ جو زخمی ہوئے وہ بعد میں مقتول ہوئے، اس طرح ایک دن میں مقتول فوجیوں کی تعداد انتیس ہوگئی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر بہت عجلت میں پال صاحب کو واشنگٹن بلا کر ہدایت دی گئی کہ وہ جلد سے جلد عراقی حکومت اور نئے دستور کی تشکیل کریں لیکن عراقیوں نے ان خبروں کو کوئی اہمیت نہیں دی اور بدستور اپنا کام کر رہے ہیں۔

عراق کی صورت حال سے امریکہ سے زیادہ اسرائیل کو گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ امریکیوں کے یہودی گرو ہنری کسنجر نے عراق میں امریکی فرعون کی ذلت دیکھ کر تمام یورپی ملکوں کو دہائی دی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر امریکہ عراق میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب صرف یہی ہوگا کہ دنیا میں دہشت گردی بڑھ جائے گی۔ کسنجر صاحب فرماتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم میں جاپان و جرمنی یا ویت نام سے جو دشمنی تھی اس میں کسی عقیدہ یا مذہب کو دخل نہیں تھا اور وہ ہمارے لیے خطرہ تھے۔ اصل خطرہ تو مسلم فنڈامنٹلسٹوں کا خطرہ ہے۔ اگر امریکہ عراق میں ناکام ہو جاتا ہے تو یہ بڑا سانحہ ہوگا اور یہ صرف امریکہ کی شکست نہیں ہوگی بلکہ پوری مغربی

دنیا کی شکست ہوگی۔ اس لیے تمام مغربی ملکوں کو چاہیے کہ وہ اس المیہ سے بچنے کے لیے امریکہ کی بھرپور مدد کریں۔ اس کی تائید میں سابق اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابین کے سکریٹری ایتان حابر نے لکھا ہے کہ "امریکیوں کو سمجھنا چاہیے کہ وہ دجلہ کے کنارے تفریح و چہل قدمی کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ جہنم کا راستہ کھلا ہوا ہے آپ [illegible] سے اس میں جانا چاہتے ہیں تو ضرور جائیں لیکن یہ تلخ حقیقت بہر حال آپ کے سامنے ہونی چاہیے [illegible] رہا ہے روز آنہ آپ کی لاشیں آپ کے وطن بھیجی جارہی ہیں اگرچہ امریکی شہنشاہیت کو شکست نہیں ہوئی ہے لیکن اگر اسی طرح روز آنہ دس بیس امریکی مرتے اور درجنوں کے حساب سے زخمی ہوتے رہے اور ان کی تعداد بڑھتی رہی جیسا کہ قوی امکانات ہیں تو یہ سمجھئے کہ عراق صرف امریکی فوجیوں کی روح ہی کو نہیں [illegible] اور رمسفلڈ جیسے امریکی حکام کی روح کو بھی نکال دیں گے، ہم نے ماضی میں چھٹی دہائی میں اس کا تجربہ [illegible] مصر کے ساتھ جنگ میں اور لبنان میں بھی ۱۹۷۱ء کی جنگ میں مصریوں نے شکست کھائی اور جنوبی لبنان سے ہم کو رسوا ہو کر نکلنا پڑا، اب ہم فلسطینیوں کے ہاتھوں روز آنہ پٹتے جارہے ہیں، ہمارے ہوابازوں [illegible] حملوں میں حصہ لینے سے انکار کر کے پوری دنیا میں ہم کو لعنت کا مستحق بنا دیا ہے۔ عراق پر حملے سے پہلے امریکہ کو ستر بار سوچنا تھا۔ ہم تمام اسرائیلیوں پر فرض ہے کہ ہم امکانی حد تک امریکہ کی مدد کریں اگر خدانخواستہ امریکیوں کو بغداد میں شکست ہوگی تو اس کے غیر معمولی اور دور رس اور دیرپا اثرات نہ صرف مشرق وسطی پر بلکہ پوری دنیا پر مرتب ہوں گے اور ہمارا وجود تو کچل کر رہ جائے گا۔ ہمارے نقطہ نظر سے صرف امریکہ ہی اس جنگ میں کامیاب ہو سکتا ہے بلکہ اس کو فتح مبین حاصل ہوگی۔ امریکہ کے علاوہ کوئی عراق کی سرزمین پر ٹک نہیں سکتا۔

کیا واقعی امریکہ کو اس جنگ میں کامیابی ہوگی اس سوال کا جواب بہت ڈرتے ڈرتے امریکی خفیہ ایجنسی .C.I.A نے اپنی رپورٹ میں دی ہے۔ اس نے عراق میں امریکہ کے خلاف بڑھتے ہوئے حملے اور غم و غصہ کے جذبات سے یہ نتیجہ بہت احتیاط کے ساتھ نکالا ہے کہ ایسے عراقیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ امریکہ کو شکست دینا ممکن ہے اسی بنا پر عوامی سطح پر امریکہ کے خلاف مسلح کارروائی میں [illegible] جاری ہے۔ امریکی روزنامہ فلیڈلفیا انکوائرر نے سی آئی اے اور اخباری رپورٹوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عراق کی سیاسی صورت حال انتہائی سنگین اور وہاں امریکی فوج کے لیے خطرات

بڑھتے جارہے ہیں اس بنا پر امریکہ کی کوششوں پر سوالیہ نشان لگ رہا ہے صورت حال کی غیر معمولی سنگینی نے امریکی انتظامیہ کے سامنے بہت سے ایسے مسائل ومشکلات کھڑے کردیے ہیں جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان ہی مشکلات پر غور کرنے کے لیے پال بریمر کو بڑی عجلت کے ساتھ طلب کیا گیا تاکہ عراق کی صورت حال کا تجزیہ کرکے کسی نتیجہ پر پہنچا جاسکے۔ چنانچہ ۱۲/نومبر کو پال نے امریکی وزیر خارجہ کولن پاول، وزیر دفاع رمسفلڈ، امریکی صدر کے مشیر برائے سلامتی امور مسز کنڈالیزا رائس کے ساتھ ملاقات کے بعد یہ طے کیا کہ جلد سے جلد نئی حکومت کی تشکیل کی جائے اور عراقیوں کو حکومت منتقل کردی جائے تیس امریکی روزنامہ واشنگٹن پوسٹ اور امریکی ٹیلویژن کی رپورٹوں میں اس عجلت کی تحدید نہیں کی گئی ہے۔

پال بریمر نے واشنگٹن آمد پر جو رپورٹ پیش کی اس میں بتایا گیا تھا کہ ستمبر تک روزانہ دس سے بیس تک حملے امریکیوں پر ہوا کرتے ہیں لیکن نومبر کے آغاز ہوتے یہ تعداد بڑھ کر ۳۰ سے ۳۵ تک ہوگئی۔ اس کی وجہ سے امریکی فوجوں کے لیے زبردست خطرات پیدا ہوگئے ہیں۔ اس رپورٹ میں جو امریکی، برطانوی فوجوں کے کمانڈر جنرل رکارڈو سینچز نے تیار کیا تھا کہ عراقی مجاہدین دور مار میزائل استعمال کرنے لگے ہیں اس کے ساتھ مارٹر توپ بھی چلاتے ہیں تاکہ براہ راست تصادم سے اپنے کو بچائیں، کوڑا کرکٹ ڈھونے والی گاڑیوں یہاں تک کہ گدھا گاڑیوں کو بھی جنگی مقصد کے لیے عراقی استعمال کررہے ہیں اس رپورٹ کے بعد میں امریکی سینٹ میں ڈیموکریٹک پارٹی کے چھبیس ارکان نے مانگ کی کہ امریکی وزیر دفاع رمسفلڈ کو معزول کردیں، نیویارک کے سینیٹر چارلس رینگل نے ایک پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ ان ارکان کی طرف سے قرارداد پیش کرنا سرکاری حیثیت رکھتا ہے۔ رمسفلڈ کے جانے سے عراق میں امریکی فوجی اور امریکی محکمۂ خارجہ دونوں کو بڑی راحت ملے گی۔ (بشکریہ مظاہر)

اصولی مباحث

فن تخریج اور اس کے قواعد

(۲)

ڈاکٹر محمود الطحان

تخریج کا چوتھا طریقہ:

موضوع حدیث کی معرفت کے ذریعہ تخریج: اس طریقہ تخریج سے استفادہ:

اس طریقہ تخریج سے استفادہ وہی کرسکتا ہے جس کے پاس وہ صحیح علمی وفنی ذوق ومہارت ہو جس سے وہ حدیث کے موضوع کی تحدید وتعین کرلے۔ اور اگر حدیث کے کئی موضوع ہوں تو اس کا ادراک کرلے وہ لوگ بھی اس طریقہ تخریج سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں جن کے پاس وسیع علم ہو اور مصادر حدیث سے جو کثرت سے استفادہ کرتے ہوں۔ احادیث کے موضوع کی تحدید ہر شخص نہیں کرسکتا خصوصاً ان احادیث میں جن کا موضوع مخفی اور غیر واضح ہوتا ہے۔

اس طریقہ کی معاون کتابیں:

اس طریقہ تخریج کی معاون وہ کتابیں ہیں جو ابواب وموضوعات کے لحاظ سے مرتب ہیں۔ ابواب وموضوعات کے لحاظ سے مرتب ان کتابوں کو درج ذیل تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ مصنفات جن کے ابواب وعناوین دین کے جملہ ابواب وعناوین پر مشتمل ہوں ان کی مختلف قسمیں ہیں مشہور انواع درج ذیل ہیں، جوامع، المستخرجات، المستدرکات علی الجوامع، المجامیع، الزوائد، کتاب مفتاح کنوز السنۃ۔

۲۔ وہ مصنفات جو دین کے اکثر ابواب پر مشتمل ہوں اس کی بھی متعدد قسمیں ہیں مشہور قسمیں درج ذیل ہیں۔ السنن، المصنفات، الموطات، المستخرجات علی السنن۔

۳۔ وہ تصنیفات جو دین کے کسی خاص باب اور جزء پر لکھی گئی ہوں اس کی بھی متعدد قسمیں ہیں۔ (الاجزاء، الترغیب والترہیب، الزھد والفضائل، الآداب والاخلاق احکام، مخصوص موضوعات، دوسرے فنون کی کتابیں، تخریج کی کتابیں احادیث کی شرحیں اور اس کے حواشی۔

پہلی قسم: وہ مصنفات جو دین کے جملہ ابواب پر مشتمل ہیں۔ اس سے مراد وہ کتابیں جو دین کے جملہ ابواب پر محیط ہوں جیسے، ایمان، طہارت، عبادات، معاملات، نکاح، تاریخ، مناقب و تفسیر، آداب و مواعظ، قیامت کے احوال، جنت و دوزخ، فتن، ملاحم، قیامت کی نشانیاں وغیرہ۔

یہ مصنفات، مختلف النوع ہیں مشہور درج ذیل ہیں۔

۱۔ الجوامع ۲۔ المستخرجات علی الجوامع ۳۔ المستدرکات علی الجوامع۔

۴۔ المجامع ۵۔ الزوائد ۶۔ کتاب مفتاح کنوز السنۃ

۱۔ الجوامع: جوامع جامع کی جمع ہے۔ محدثین کے نزدیک جامع حدیث کی ہر اس کتاب کو کہتے ہیں۔ جس میں جملہ شعبہ ہائے حیات سے متعلق احادیث درج ہوں جیسے عقائد، احکام، رقاق، آداب معاشرت، آداب اکل و شرب، تفسیر، تاریخ، سیرت، فتن، مناقب وغیرہ۔

مشہور ترین جوامع درج ذیل ہیں۔ الجامع الصحیح للبخاری۔ الجامع الصحیح للامام مسلم، جامع عبدالرزاق، جامع الثوری، جامع ابن عیینہ، جامع معمر، جامع الترمذی وغیرہ۔

جامع بخاری کا تعارف:

کتاب کا پورا نام "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ"

اس کے مؤلف ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری نے اس کتاب کو ابواب پر مرتب کیا ہے۔ "کتاب بدء الوحی" سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ بدء الوحی کے بعد کتاب الایمان اور آخری باب "کتاب التوحید" ہے۔ کل ۹۷ کتاب ہیں۔ ہر کتاب متعدد ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں متعدد احادیث پائی جاتی ہیں۔ صحیح بخاری کے ابواب درج ذیل ہیں انہیں دیکھ کر آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ جوامع دین کے جملہ ابواب کی احادیث پر مشتمل ہوتی ہیں۔ وحی کا آغاز، ایمان، علم، وضو، غسل، حیض، تیمم، نماز، اوقات نماز، اذان، جمعہ، نماز خوف، عیدین، وتر، استسقاء، سورج گہن کی نماز، سجود قرآن، قصر، تہجد، مکہ اور مدینہ میں نماز کی ادائیگی، نماز میں عمل، سہو، جنائز، زکوٰۃ، حج، عمرہ، محصر، حالت احرام میں شکار کا فدیہ و بدل، فضائل مدینہ، روزہ، تراویح، شب قدر کی فضیلت، اعتکاف، خرید و فروخت، شرب و مساقات، قرض لینا اور قرضوں کی ادائیگی، خصومات، لقطہ، مظالم و غصب، شرکت،

رہن، عتق، مکاتب، ہبہ، شہادات، صلح، شروط، وصیتیں، جہاد و سیر، خمس کی فرضیت، جزیہ، تخلیق کائنات کا آغاز، انبیاء، مناقب، فضائل صحابہ، مناقب انصار، تفسیر قرآن، فضائل قرآن، نکاح، طلاق، نان و نفقہ، ماکولات، عقیقہ، ذبح و شکار، قربانی، مشروبات، مرض، طب، لباس، آداب، دخول کے آداب، دعائیں، زہد، تقدیر، قسمیں اور کفارات، فرائض، حدود، دیات، مرتد کو توبہ کا موقعہ فراہم کرنا، اکراہ، حیلے، خواب کی تعبیر، فتنے، احکام، تمنی، اخبار آحاد، کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنا، توحید۔

۲۔ المستخرجات علی الجوامع:

مستخرج کی تعریف، مستخرج کا مطلب یہ ہے کہ محدث کتب حدیث میں سے کسی کتاب کی احادیث کی تخریج صاحب کتاب کے طرق اور واسطوں کے علاوہ اپنے طرق سے کرے اور پھر صاحب کتاب کے شیخ یا اس سے اوپر کے راوی خواہ طبقہ صحابہ ہی میں کیوں نہ ہو اس کی سند جا ملے۔

مستخرجات کا کتب مخرجہ سے توافق و مناسبت:

مستخرجات چونکہ کتب مخرجہ علیہ سے ترتیب و ابواب میں بالکل میل کھاتی ہیں لہٰذا جوامع پر مستخرجات کا موضوع وہی ہوتا ہے جو جوامع کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان مستخرجات سے استفادہ و مراجعہ جوامع سے استفادہ و مراجعہ کی مانند ہی ہوگا البتہ جوامع کے علاوہ دیگر کتب سنن پر مستخرجات کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ مثلاً سنن ابی داؤد پر مستخرج قاسم بن اصبغ کتاب التوحید لابن خزیمہ پر مستخرج ابی نعیم الاصفہانی اور اس طرح کے دیگر مستخرجات ان کتابوں کے مانند ہیں جو کسی بھی کتاب میں وارد احادیث کی تخریج کے لئے لکھی گئی ہیں۔

صحیحین میں سے ہر ایک پر مستخرجات کی تعداد دس سے بھی زائد ہے۔ بخاری پر، مستخرج الاسماعیلی (۳۷۱ھ) اور مستخرج الغطریفی (۳۷۷ھ) مستخرج ابن ابی ذہل (۳۷۸ھ)۔

مسلم پر مستخرج ابی عوانہ الاسفرائنی (۳۱۱ھ) مستخرج الحیری (۳۱۱ھ) مستخرج ابی حامد الہروی (۳۵۵ھ)

صحیحین پر: مستخرج ابی نعیم الاصبہانی (۴۳۰ھ) مستخرج ابن الاخرم (۳۴۴ھ) مستخرج ابی بکر البرقانی (۴۲۰ھ)۔

المستدرکات علی الجوامع: مستدرکات، مستدرک کی جمع ہے۔ ہر وہ کتاب جس میں مؤلف نے کسی کتاب پر استدراک کرتے ہوئے ان احادیث کو یکجا کر دیا ہو جو اس کتاب کے مؤلف سے اس کی شرطوں پر پوری اترنے کے باوجود سہواً چھوٹ گئی ہوں۔ جیسے المستدرک علی "الصحیحین" ابو عبداللہ الحاکم (۴۰۵ھ)۔

مستدرک حاکم کی ترتیب:

حاکم نے اس کتاب کو ابواب پر مرتب کیا ہے اور ابواب کی ترتیب میں انہوں نے بخاری ومسلم کی ترتیب کی پیروی کی ہے۔ حاکم نے اس مستدرک میں درج ذیل تین انواع کی احادیث جمع کی ہیں۔

۱: وہ صحیح احادیث جو شیخین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرطوں پر پوری اترتی تھیں اور ان دونوں نے انکی تخریج نہیں کی ہے۔

۲: وہ صحیح احادیث جو شیخین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرطوں پر بھی پوری اترتی ہوں لیکن امام حاکم کے نزدیک صحیح ہیں۔ ان احادیث کی صحت کی جانب آپ یوں اشارہ کرتے ہیں۔ "صحیح الاسناد"

۳: وہ احادیث جو آپ کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہیں۔ ان کے ضعف کی جانب آپ نے اشارہ کر دیا ہے۔

آپ احادیث پر حکم لگانے میں تساہل واقع ہوئے ہیں لہذا سندوں پر لگائے گئے آپ کے حکم کو قبول کرنے سے پہلے غور وخوض کی ضرورت ہے۔ حافظ ذہبی نے سندوں پر لگائے گئے آپ کے حکم کا تتبع کیا ہے اور ان میں سے بعض کی موافقت اور بعض کی مخالفت کی ہے اور بعض مقامات پر سکوت اختیار کیا ہے۔ مسکوت عنہ مقامات بحث وتحقیق اور تتبع کے محتاج ہیں۔

یہ کتاب ہندوستان سے چار اجزاء میں چھپی ہے۔ اس پر ذہبی کی تعلیقات وحواشی "تلخیص المستدرک" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ لیکن یہ طبع غلطیوں سے پر ہے۔ جگہ جگہ تقدیم وتاخیر اور بعض جگہوں پر عبارتوں کا سقط بھی پایا جاتا ہے۔

۴: الجامع:

الجوامع، مجمع کی جمع ہے۔ مجمع سے مراد ہر وہ کتاب جس میں اس کے مؤلف نے متعدد کتابوں کی احادیث کو یکجا کر دیا اور اسے انہیں مصنفات کی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا۔

مشہور مجامع:

۱: الجمع بین الصحیحین: صاغانی حسن بن محمد (۶۵۰ھ) یہ کتاب "مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ" کے نام سے موسوم ہے۔

۲: الجمع بین الصحیحین: ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر فتوح الحمیدی (۴۸۸ھ)

۳: الجمع بین الاصول الستۃ: (صحیحین موطا مالک، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی) ابو الحسن رزین بن معاویہ الاندلسی (۵۳۵ھ)۔ یہ کتاب "التجرید للصحاح والسنن" کے نام سے موسوم ہے۔

۴: الجمع بین الاصول الستۃ: یہ کتاب جامع الاصول من احادیث الرسول" کے نام سے معروف ہے اس کے مؤلف ابو السعادات ابن الاثیر (۶۰۶ھ) ہیں۔

۵: جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد محمد بن محمد بن سلیمان المغربی (۱۰۹۴ھ)

یہ کتاب حدیث کی چودہ کتابوں پر مشتمل ہے۔ صحیحین موطا، سنن اربعہ، مسند الدارمی مسند احمد، مسند ابی یعلی، مسند البزار طبرانی کی تینوں معاجم۔

یہ اور اس طرح کی کتابیں جوامع کی طرح ابواب کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہیں۔ البتہ جامع الاصول اگرچہ ابواب کے لحاظ سے مرتب ہے لیکن ابواب کو اس کے مؤلف نے حروف معجم کے لحاظ سے مرتب کیا ہے فقہی ترتیب کے لحاظ سے نہیں۔

۵: الزوائد:

زوائد سے مراد وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلف بعض کتابوں میں موجود احادیث سے زائد احادیث کو یکجا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ہم کہتے ہیں "زوائد ابن ماجہ علی الاصول الخمسۃ" تو اس سے مراد وہ کتاب ہوگی جسمیں ابن ماجہ کی ان احادیث کو یکجا کیا گیا ہے جن کی تخریج کتب خمسہ کے مؤلفین نے نہیں کی ہے بلکہ صرف ابن ماجہ نے کی ہے۔

کتب زوائد کی چند مثالیں:

۱: مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ: ابو العباس احمد بن محمد البوصیری (۸۴۰ھ)

اس کتاب میں کتب خمسہ سے زائد ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن کی تخریج صرف ابن ماجہ نے کی ہے۔

۲: فوائد المنتقی الزوائد البیہقی - بوصیری:

یہ کتاب بیہقی کی ان زوائد پر مشتمل ہے جو کتب ستہ میں نہیں ہیں۔

۳: اتحاف السادۃ المہرۃ الخیرۃ بزوائد المسانید العشرۃ - بوصیری

اس کتاب میں ان احادیث کا تذکرہ ہے جو درج ذیل کتب حدیث میں صحاح ستہ کی احادیث کے علاوہ آئی ہیں۔ (مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند الحمیدی، مسند مسدد بن مسرہد، مسند محمد بن یحییٰ العدنی، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند احمد بن منیع، مسند عبد بن حمید، مسند الحارث بن محمد بن ابی اسامہ، مسند ابی یعلی الموصلی)

۴: المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی

اس کتاب میں مذکورہ بالا دس مسانید میں سے ابی یعلی اور اسحاق کے مسند کے علاوہ بقیہ مسانید کی وہ زائد احادیث درج ہیں جو کتب ستہ میں نہیں پائی جاتی۔ آپ نے ابی یعلی کی وہ زوائد بھی درج کی ہے جو ہیثمی سے "مجمع الزوائد" میں چھوٹ گئی تھی۔ ایسے ہی مسند اسحاق بن راہویہ کے مسند کے نصف زوائد بھی آپ ہی نے درج کیے ہیں۔

۵: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: حافظ علی بن ابی بکر الہیثمی۔ (۸۰۷ھ)

اس میں کتب ستہ سے زائد وہ مرویات درج ہیں جو درج ذیل کتب میں پائی جاتی ہیں، (مسند احمد، مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی بکر البزار طبرانی کی تینوں معاجم)

تعارف کتب

اسلامی مصادر کا تعارف

(۲)

ڈاکٹر عبدالوہاب ابو سلیمان

مشکل الحدیث کے مصادر:

۱: اختلاف الحدیث: محمد بن ادریس الشافعی (۲۰۴ھ)

اس کتاب کی روایت ربیع بن سلیمان المرادی نے اپنے استاذ سے کی ہے۔ اس میں امام شافعی نے متعدد احادیث کے درمیان پائے جانے والے تناقض کو دور فرمایا ہے۔ یہ کتاب "الام" کی ساتویں جلد کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔

۲: کتاب تاویل مختلف الحدیث: ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (۲۷۶ھ)

اہل حدیث کے دشمنوں کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔ اور ان تمام احادیث کے درمیان جمع وتطبیق کی کوشش کی ہے جن کے مابین وہ لوگ اختلاف وتناقض کے مدعی تھے۔ ایسے ہی متشابہ اخبار پر وارد ملحدین کے اعتراضات کا عمدہ اور بہتر جواب دیا ہے۔

۳: مشکل الآثار: ابو جعفر الطحاوی احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ الازدی المصری (۳۲۱ھ)

اپنے موضوع پر انتہائی عظیم اور عمدہ کتاب ہے۔ مؤلف نے اپنے مقدمہ میں سبب تالیف وغیرہ پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

میں نے معتبر اور ثقہ راویوں کے ذریعہ منقول بعض احادیث کے مفاہیم ومعانی سے لوگوں کو ناواقف پایا تو میرے دل میں ان مشکل معانی کی توضیح اور ان میں مستبعد امور کی نفی کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے اس کتاب کو متعدد ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب میں مشیت ایزدی کے مطابق میں نے اس فن پر گفتگو کی ہے۔

غریب الحدیث کے مصادر:

۱: غریب الحدیث: ابو سلیمان احمد الخطابی البستی (۳۸۸ھ)

اس کتاب میں آپ نے ان غریب الفاظ کے معانی کو یکجا کر دیا ہے جنہیں ابو عبید القاسم ابن سلام اور ابو محمد بن مسلم بن قتیبہ الدینوری اپنی کتابوں میں ذکر نہ کر سکے تھے۔ آپ کا اصلی مقصود ان دونوں کتابوں پر استدراک تھا نیز ابن قتیبہ کی غلطیوں کی بھی آپ نے نشاندہی فرمادی ہے اور یہ تینوں کتابیں غریب حدیث کی متداول کتابوں میں بنیادی کتابیں تصور کی جاتی ہیں۔

۲: الفائق: جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر الزمخشری (۵۳۸ھ)

آپ نے اس کتاب کو حروف معجم کے لحاظ سے مرتب کیا ہے لیکن غریب الفاظ کی تلاش اس کتاب سے دشوار ہے کیونکہ ایک حدیث میں موجود متعدد غریب الفاظ کی شرح آپ نے ایک ہی مقام پر کر دی ہے۔

۳: النہایۃ فی غریب الحدیث: ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر (۶۰۶ھ)

الہروی اور ابو موسیٰ کی کتابوں میں احادیث و آثار کے جتنے غریب الفاظ آئے تھے ان تمام کو آپ نے یکجا کر دیا ہے اسکے علاوہ، صحاح، سنن، جوامع، مسانید اور مصنف میں جتنے بھی غریب الفاظ آپ نے پائے ان کا اضافہ کر دیا ہے۔ ہروی کے لیے "ہ" اور ابو موسیٰ کی کتاب کی جانب لفظ "س" سے آپ اشارہ کرتے ہیں۔ امام سیوطی فرماتے ہیں: فن غریب پر لکھی گئی کتابوں میں سب سے جامع، مشہور اور عمدہ کتاب ہے۔ فی الحال یہی کتاب سب سے زیادہ متداول ہے۔ آپ سے متعدد الفاظ رہ گئے تھے۔ چنانچہ الصفی الارموی نے اس پر حاشیہ آرائی کی ہے جو مفقود الخبر ہے۔

نہایہ کی تلخیص علامہ سیوطی نے کی ہے جس کا نام انہوں نے "الدر النثیر تلخیص نہایۃ ابن الاثیر" رکھا ہے۔ اس میں کچھ اضافے بھی کیے ہیں یہ تلخیص النہایہ کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔

موضوعات کے مصادر:

۱: کتاب تذکرۃ الموضوعات: ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی (۵۰۷ھ)

۲: کتاب الاباطیل: ابو عبد اللہ الحسین بن ابراہیم الہمدانی الجوزقی (۵۴۳ھ)

امام ذہبی کہتے ہیں یہ کتاب موضوع اور ضعیف احادیث پر مشتمل ہے البتہ بعض احادیث پر حکم لگانے میں مؤلف کو وہم ہو گیا ہے۔

۳: کتاب الموضوعات الکبریٰ: ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی (۵۹۸ھ)

موضوعات کے بیان میں کافی تساہل واقع ہوئے ہیں۔ موضوع حدیثوں کے ساتھ صحیح، حسن اور ضعیف احادیث کو بھی یکجا کر دیا ہے۔ بعض ایسی احادیث کو بھی موضوعات کی فہرست میں داخل کر دیا جس کے موضوع ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ بلکہ آپ کا اعتماد محض بعض محدثین کے اس حدیث کے کسی راوی پر ضعف کا حکم لگانے پر تھا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ابن الجوزی کی کتاب میں زیادہ تر موضوع روایات ہیں اور وہ روایات جن کے موضوع ہونے پر اعتراض ہے انکی تعداد کم ہے۔ اس کتاب کا نقصان یہ ہے کہ ایسی روایات جو موضوع نہیں ہیں انہیں بھی بعض لوگ موضوع گمان کر لیتے ہیں لیکن یہ نقصان مستدرک کے نقصان سے کم ہے کیونکہ اس سے لوگ ضعیف حدیث کو بھی صحیح گمان کر لیتے ہیں۔ ان دونوں کتابوں پر کیے گئے نقد کی جانب توجہ دینا انتہائی ضروری ہے کیونکہ ان دونوں کے مؤلفین کی تساہلی نے ان دونوں کتابوں کی افادیت کو گھٹا دیا ہے۔

۴: القول المسدد فی الذب عن مسند الامام احمد ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)

اس میں حافظ ابن حجر نے مسند احمد کی ۲۴ احادیث کو ذکر کیا ہے جنہیں ابن الجوزی نے موضوعات میں ڈال دیا تھا۔ ان میں ایک مسلم شریف کی یہ حدیث بھی ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: "ان طالت بک مدۃ اوشک ان تری قوما یغدون فی سخط اللہ ویروحون فی لعنتہ فی ایدیہم مثل اذناب البقر"

اس کتاب پر امام سیوطی نے حاشیہ آرائی کی ہے اور مسند کی مزید ۱۴ احادیث جو "الموضوعات" میں باقی رہ گئی تھیں ان پر بھی کلام کیا ہے۔

۵: کتاب اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: الحافظ السیوطی۔

یہ کتاب ابن الجوزی کی کتاب کی تلخیص ہے۔ سندوں کو حذف کر کے صرف متون بقدر ضرورت دیے گئے ہیں۔ پھر ابن الجوزی کے حکم کا ذکر کیا گیا ہے اور اکثر و بیشتر سیوطی نے محققین و نقاد حدیث کی آراء کی روشنی میں ابن الجوزی کے لگائے حکموں پر نقد و استدراک کیا ہے حافظ ابن حجر کے اقوال سے بالخصوص استفادہ کیا ہے۔

اس تلخیص کے علاوہ امام سیوطی کی اس فن پر ایک مزید کتاب "القول الحسن فی الذب عن السنن" بھی ہے۔ جس میں آپ نے ان ۱۳۰ احادیث پر لگائے گئے ابن الجوزی کے حکم کا محاکمہ کیا ہے۔ ان میں سے چار احادیث سنن ابی داؤد، ۲۳ ترمذی اور ایک نسائی اور ۱۶ ابن ماجہ اور ایک

بخاری اور بقیہ مستدرک الحاکم صحیح ابن حبان اور بیہقی کی کتابوں میں ہیں۔

۶: کتاب تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ۔ ابوالحسن علی بن محمد الکنانی (۹۶۳ھ)

موضوعات کے باب میں یہ کتاب سب سے جامع کتاب ہے۔

۷: تذکرۃ الموضوعات: جمال الدین الفتنی الملقب بملک المحدثین:

۸: کتاب الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ۔ ابوعبداللہ محمد بن علی محمد الشوکانی (۱۲۵۰ھ)

آپ نے بھی اپنی اس کتاب میں متعدد ایسی احادیث کو جمع کر دیا ہے جو موضوع نہیں ہیں بلکہ صحیح یا حسن ہیں۔ اس باب میں آپ ابن الجوزی کی طرح تساہل واقع ہوئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء میں شیخ عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی الیمانی کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے۔

اصول حدیث کے اہم مصادر:

۱: کتاب المحدث الفاصل بین الراوی والواعی: ابوالحسن بن خلاد الرامہرمزی (۳۶۰ھ)

اصول حدیث پر یہ پہلی تصنیف ہے۔ اگرچہ اس فن کے جملہ مباحث پر یہ کتاب مشتمل نہیں ہے لیکن اپنے عہد کی جامع ترین کتاب تصور کی جاتی ہے۔ یہ کتاب ابھی تک دارالکتب المصریہ میں مخطوط کی شکل میں موجود ہے۔

۲: معرفۃ علوم الحدیث: الحاکم ابوعبداللہ النیساپوری (۴۰۵ھ)

انتہائی عمدہ کتاب ہے علوم حدیث کے ۵۲ علوم پر مشتمل ہے یہ کتاب پہلی بار دارالکتب المصریہ سے ڈاکٹر سید معظم حسین ہندی کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے۔

۳: الجامع لآداب الراوی والسامع: احمد بن علی المعروف بابن الخطیب البغدادی (۴۶۳ھ)

۴: الکفایۃ فی معرفۃ اصول الروایۃ: ابن الخطیب البغدادی:

اصول حدیث کی جامع ترین کتاب ہے۔

۵: الالماع: ابوالفضل عیاض موسیٰ الیحصبی: (۵۴۴ھ)

اس کے مقدمہ میں مؤلف لکھتے ہیں۔ اصول حدیث کی ابتدائی اور بنیادی معلومات میں نے اس کتاب میں یکجا کر دی ہیں اور آغاز میں علم حدیث کی عظمت واہمیت علماء کے قدر ومنزلت سماع واداء کے وجوب، مرویات کے حفظ واتقان کے تعلق سے آپ ﷺ کے ارشادات کو میں نے درج کیا

ہے اور آخر میں محدثین کے آداب وسیر پر ایک باب ہے۔

۶: کتاب علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح:

ابوعمر عثمان بن عبدالرحمٰن الشہرزوری المشہور بابن الصلاح (۶۴۳ھ)

آپ نے اس کتاب میں خطیب کی متفرق کتابوں کی تلخیص کر دی ہے نیز بعض اضافے بھی کیے ہیں۔ گویا اس طرح آپ نے طالبین فن لیے کے مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے اور منتشر مواد کو بہترین اسلوب میں سلیقہ سے یکجا کر دیا ہے۔ یہ کتاب اس فن کے ۶۵ علوم پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب تمام لغات کا نچوڑ اور اس فن کی عمدہ ترین کتاب تصور کی جاتی ہے۔ یہ درحقیقت ان محاضرات اور لیکچروں کا مجموعہ ہے جو آپ نے دمشق کے جامعہ اشرفیہ میں اپنے طلبہ کے سامنے دیے تھے۔ اس کتاب کی انہیں خوبیوں کی بناء پر علماء نے اس کتاب کی تلخیص وشرح اور اسے منظوم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کو نظم کے پیرایہ میں متعدد لوگوں نے پیش کیا ہے جیسے زین العراقی (۸۰۶ھ) آپ نے اس منظوم کا نام "نظم الدرر فی علم الاثر" رکھا ہے۔ اور پھر خود ہی اس کی ایک شرح بھی "فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث" کے نام سے لکھی ہے جو مصر سے ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوئی ہے۔ عراقی کی اس الفیہ کی متعدد لوگوں نے شرح کی ہے جیسے علامہ سخاوی، سیوطی اور شیخ زکریا انصاری وغیرہ۔ حافظ سیوطیؒ نے بھی اس کو منظوم انداز میں پیش کیا ہے جو حال ہی میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔ مقدمہ ابن الصلاح کی للزین العراقی "التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من کتاب ابن الصلاح" رکھا ہے "نکت العراقی علی مقدمۃ ابن الصلاح" کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ اس کی ایک شرح ابن حجر نے الافصاح بتکمیل النکت علی ابن الصلاح" کے نام سے کی ہے اور اسی طرح بدرالدین الزرکشی نے بھی اس کی ایک شرح لکھی ہے۔ مقدمہ کی تلخیص بھی متعدد علماء نے کی ہے۔ علامہ شرف الدین النووی نے "الارشاد فی علم الاسناد" کے نام سے اس کی ایک تلخیص کی ہے پھر اس تلخیص کی تلخیص "التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر" کے نام سے کی ہے۔ اس کی شرح امام سیوطی نے "تدریب الراوی شرح تقریب النواوی" کے نام سے کی ہے جو اصول حدیث کی عظیم الشان کتاب تصور کی جاتی ہے۔

۷: نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر: احمد بن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)

اس کی شرح خود حافظ ابن حجر نے "نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر" کے نام سے کی ہے۔ یہ ایک انتہائی مختصر عظیم، نفع بخش کتاب ہے۔ اس کی ایک شرح ملا علی القاری المکی (۱۰۱۴ھ) نے بھی کی ہے جو "مصطلحات اہل الاثر" کے نام سے جانی جاتی ہے اور جو استنبول کے مطبعہ اخوت سے شائع ہوئی ہے۔

شبہات حول السنۃ

گولڈزیہر اور امام زھریؒ

(۱)

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی

گولڈزیہر نے امام زہری کو مطعون کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے تاکہ احادیث و روایات کا وافر حصہ ان کے مشکوک ہونے سے مشکوک ہو جائے۔ کیونکہ روایت حدیث میں آپ کا مقام کافی بلند ہے۔ ہر باب میں آپ سے کوئی حدیث یا اثر یا رائے ضرور منقول ہے۔ گولڈزیہر کے مطابق امام زھری کے تعلقات بنوامیہ سے کافی گہرے تھے۔ خلفاء بنی امیہ نے انتہائی چالاکی و کمال ہوشیاری سے امام زھری کو خلافت بنی امیہ کے حق میں احادیث گھڑنے کے لیے استعمال کیا کیونکہ آپ کی مذہبی اور دینی حیثیت امت میں مسلّم تھی اس لیے ان حدیثوں کو قبول عام حاصل ہوا اور وہ موضوع روایات امت میں منقول ہو گئیں۔

امام زھری کے تعلقات خلفاء بنی امیہ سے بے شک اچھے تھے لیکن کیا آپ حکومت کے زیر اثر روایات گھڑتے تھے یا اپنے دینی مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ان خلفاء پر اثر انداز ہوتے تھے اور انہیں حق کی تلقین کرتے تھے۔ اس کا اندازہ درج ذیل دو واقعات سے لگائیے۔

۱: العقد الفرید میں ہے کہ امام زھری ولید بن عبدالملک کے پاس آئے۔ تو ولید نے کہا اس حدیث کا کیا مقام ہے جو اہل شام روایت کر رہے ہیں۔ اس پر امام زھری نے پوچھا اے امیر المومنین وہ کون سی حدیث ہے؟ اس نے فرمایا! یہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنے بندوں کا نگہبان بناتا ہے تو صرف نیکیاں لکھتا ہے اور اس کی برائیاں نہیں لکھتا۔

امام زھریؒ نے جواب دیا۔ یہ حدیث باطل ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا وہ خلیفہ جو نبی بھی ہو وہ زیادہ خدا کے یہاں معزز ہے یا وہ خلیفہ جو نبی نہ ہو تو ولید نے جواب دیا! وہ خلیفہ جو نبی بھی ہو تو امام زھریؒ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی داؤد علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے! "اے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا ہے لہذا لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو کہ یہ چیز تمہیں راہ خدا سے ہٹا دے" پس اے امیر المومنین یہ تو اس خلیفہ کو دھمکی دی گئی ہے جو نبی ہے تو آپ کا کیا گمان ہے اگر وہ خلیفہ راہ خدا سے ہٹ کر کام

کرے جو نبی نہ ہو تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ اس پر ولید نے جواب دیا لوگ ہمیں ہمارا دین سے گمراہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ (ج ا ص ۶۰)

کیا امام زھری کا یہ موقف ایک خیر و خواہ مومن کا موقف ہے جو لوگوں کی خواہشات و ارادوں کے علی الرغم حق و خیر خواہی چاہ رہا ہے یا اس عالم کا موقف ہے جو اموی حکومت کی مرضی کے مطابق حدیثوں کو گھڑا کرتا ہے۔

۲: ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ ھشام بن عبدالملک نے سلیمان بن یسار سے پوچھا کہ "الذی تولیٰ کبرہ فلہ عذاب عظیم" میں "الذی" سے کون مراد ہے۔ سلیمان نے فرمایا! عبداللہ بن اُبی بن سلول۔ اس پر ھشام نے کہا! غلط کہہ رہے ہو اس سے مراد علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ (شاید ھشام کا مقصد حق کے معاملہ میں زھری کی شدت دیکھنی مطلوب تھی) اس پر سلیمان بن یسارؒ نے فرمایا! امیر المومنین خوب جانتے ہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر ابن شہاب الزہریؒ ہو تو ھشام نے یہی سوال ان سے بھی پوچھا۔ تو زھری نے فرمایا! وہ عبداللہ بن اُبی بن سلول ہے۔ تو ھشام نے کہا آپ غلط کہہ رہے ہیں وہ علی بن اُبی طالبؓ ہیں۔ تو امام زھری نے فرمایا وار نحالیکہ آپ غصہ سے بھرے ہوئے تھے۔ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ تمہارے والد کھو جائیں۔ خدا کی قسم اگر آسمان سے کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو حلال کر دیا ہے تو بھی میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ مجھ سے فلاں اور فلاں نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد "عبداللہ بن اُبی بن سلول" ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ اس کے بعد لوگ ھشام کو اکساتے اور بھڑکاتے رہے یہاں تک کہ اس نے ابن شہاب سے کہا! آپ یہاں سے کوچ کر جائیں کیونکہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم آپ جیسے لوگوں سے روایات لیں۔ ابن شہاب نے پوچھا کیوں؟ اس نے فرمایا اس لیے کہ تم نے دو لاکھ روپے قرض لیے ہیں۔ اس پر زھری نے فرمایا تم اور تم سے پہلے تمہارے والد بھی جانتے ہیں کہ میں نے یہ مال تمہارے یا تمہارے والد کے بھروسہ قرض نہیں لیا ہے پھر غصے کی حالت میں نکل پڑے۔ ھشام نے فرمایا! ہم نے شیخ کو ناراض اور برانگیختہ کر دیا ہے پھر آپ نے شیخ کے ایک لاکھ قرض ادا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کی خبر امام زھری کو دی گئی جس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔

کیا یہ واقعہ امام زھری کی امانت و دیانت پر دلالت نہیں کر رہا ہے۔

ایک شخص خلیفہ کو "لا اباً لک" کہے یہ کلمہ کوئی عام آدمی دوسرے ایسے شخص کے لیے استعمال

نہیں کرسکتا جس کا وہ احترام کرتا ہو۔ یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے آپ کا تعلق خلفاء سے، کمزور سے ناقدر سے فریب خوردہ کے فریب دینے والے سے تعلق جیسا نہیں ہے بلکہ آپ کا تعلق ایسا تھا کہ آپ کو اپنے دین پر اعتماد اور اپنے علم پر ناز تھا اگر جھوٹ بولا جا رہا ہو تو آپ کا غصہ بھڑک اٹھتا تھا اور آپ کسی تاریخی حقیقت کے مسخ کرنے پر چراغ پا ہو جاتے تھے۔ ایک ایسا شخص جو خلفاء کی مجلس میں کسی آیت کی غلط تفسیر بیان کرنے پر شیروں کی طرح دہاڑ اٹھتا ہو کیا ممکن ہے کہ ایسے شخص کو خلفاء کی خواہشات کے مطابق استعمال کیا جاسکے اور وہ ان کے حق میں ایسی احادیث کو گھڑے جو بالکل بے اصل و بنیاد ہوں۔ امام زہری کے اس قول کو دیکھئے جو سونے کے پانی سے لکھے جانے کے لائق ہے!

"میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ تمہارے والد ضائع ہو جائیں اگر آسمان سے کوئی منادی جھوٹ کے حلال ہونے کا اعلان کرے تو بھی میں جھوٹ نہیں بول سکتا"

یقیناً امام زہری تاریخ انسانیت کے ان ممتاز ترین لوگوں میں سے ایک ہیں جن کی تربیت محمد عربی ﷺ نے کی تھی اور جو صداقت و راستبازی، پاکیزگی نفس اور جھوٹ کے استعمال سے خواہ وہ مباح ہی کیوں نہ ہو، احتراز میں چراغ ہدایت تھے۔

پھر آخر بنو امیہ کی خواہشات کی پیروی کے پیچھے امام زہری کا کیا مقصد تھا۔ کیا مال کا حصول؟ خود زیہر کو اس بات کا اعتراف ہے۔ زہری ان لوگوں میں سے نہیں تھے جنہیں مال اپنا غلام بنا سکے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں!

"میں نے درہم و دینار کو کسی کے یہاں زہری کے یہاں سے زیادہ بے وقعت نہ دیکھا، درہم و دینار ان کے نزدیک اونٹ کی مینگنی کی مانند تھے"

یا امام زہری کا مقصود جاہ کا حصول تھا؟ مستشرق کو ہمارے ساتھ یہ اعتراف بھی ہے کہ امام زہری ملت اسلامیہ میں مشہور و معروف تھے۔ تو پھر اس کے بعد وہ کس جاہ و منصب کے خواہش مند تھے! پھر جب زہری کا مقصد مال و جاہ کا حصول نہ تھا اور وہ دین اور حق کے اظہار میں کتنے جری و بہادر تھے، ... کا ایک پہلو آپ کے سامنے ابھی ابن عساکر کی روایت سے سامنے آیا تو کیا وہ اس قدر غبی، کند ذہن اور احمق تھے کہ وہ اپنے دین و ایمان کو امویوں کی خاطر بیچ دیں اور کیا مال و جاہ کی خواہش کے بغیر احادیث کو گھڑ کر امت کے درمیان اپنی شہرت کو خاک میں ملا دیں۔

پھر اس مستشرق کے بقول عہد اموی ظلم و جور سے پر تھا اسی لیے مدینہ کے متقی علماء ان کے مخالف تھے۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ زہری کی پیدائش مدینہ میں ہوئی اور مدینہ ہی کے شیوخ سے انہوں نے علم حاصل کیا اور سعید بن المسیب سے تاحیات استفادہ کرتے رہے اور امام مالک جب بھی آپ مدینہ آتے تو آپ سے علم حاصل کرتے اور پھر آپ مدینہ و شام کے درمیان ۳۵ سالوں تک آتے اور جاتے رہے تو آخر علماء مدینہ آپ سے ناراض کیوں نہ ہوئے؟ اور اگر آپ نے امویوں کے حق میں جھوٹ بولا تھا تو انہوں نے آپ کو کذاب کیوں نہ قرار دیا؟ پھر خود سعید بن المسیب جو آپ کے استاذ تھے انہوں آپ کی تکذیب کیوں نہ کی آپ سے برأت کا اظہار کیوں نہ فرمایا درانحالیکہ سعید تو سعید ہیں انہوں نے عبدالملک کی سطوت اور اس کے جبروت کا بھی پاس و لحاظ نہ رکھا؟ آخر کیوں جملہ علماء اہل مدینہ نے خاموشی اختیار کی؟ کیا خوف کی وجہ سے؟ لیکن وہ لوگ تو راویوں پر نقد و جرح میں کسی خوف سے واقف نہ تھے، نہ تو خلیفہ کا خوف اور نہ ہی مجمع کے کسی عام آدمی کا خوف انہیں نقد و جرح سے روک سکتا تھا؟ پھر فرض کر لیجئے کہ یہ لوگ ڈر گئے تو پھر آخر علماء نے عہد عباسی میں ان پر تنقید کیوں نہ کی۔ جبکہ خلفاء بنی امیہ اکے امراء اور ان کے معاونین پر عہد عباسی میں شدید تنقیدیں کی گئیں تو آخر آپ پر کیوں نہ کی گئی۔ پھر علماء جرح و تعدیل جیسے احمد، یحییٰ بن معین، بخاری، مسلم، ابن ابی حاتم اور ان جیسے دیگر ائمہ جرح و تعدیل جو دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ذرہ برابر بھی پاس و لحاظ نہیں رکھتے تھے آخر ان لوگوں نے خاموشی کیوں اختیار کی؟

کیا ان ناقدین حدیث کا جو اپنے باپ کو بھی روایت کے معاملہ میں نہ چھوڑتے تھے اور ان پر بھی جرح کر ڈالتے تھے ابن شہاب الزہری سے روایت کا لینا، سعید بن المسیب اور دیگر علماء اہل مدینہ کا آپ کے سلسلے میں سکوت اختیار کرنا۔ اور عصر عباسی میں آپ کی تعدیل کیا جانا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کی ذات شبہات سے بالاتر تھی۔ اور کذب، وضع سے کافی بلند تھی۔ ورنہ جملہ ناقدین حدیث کا آپ کی ثقاہت و امانت، دیانت و صداقت پر یوں اتفاق نہ ہوتا۔

گولڈ زیہر کے دلائل:

اپنے مذکورہ بالا دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے زیہر نے درج ذیل دلائل دیے ہیں۔

پہلی دلیل: زیہر کے مطابق خود علامہ زہری نے امویوں کے لیے احادیث گھڑنے کا اعتراف کیا ہے۔

معمر کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "ان ھولاء الأمراء أکرھونا علی کتابة احادیث" ان امراء نے ہمیں چند احادیث کو لکھنے پر مجبور کیا۔ آپ کا یہ جملہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ نے خلفاء بنی امیہ کے حق میں حدیثیں گھڑی ہیں۔

مذکورہ بالا نص میں اس یہودی مستشرق نے تحریف کر دی ہے۔ اصل عبارت ابن عساکر اور ابن سعد میں یوں ہے۔ کہ امام زھری لوگوں کو حدیثوں کا املاء نہیں کرواتے تھے (آپ کا مقصود یہ تھا کہ لوگ حفظ پر اعتماد کریں، کتابوں پر نہیں) چنانچہ جب ھشام نے اصرار کیا اور آپ کو اپنے لڑکے کی خاطر احادیث املاء کروانے پر انہیں مجبور کیا تاکہ وہ اپنے بچے کے حفظ کو آزما سکے تو آپ نے چار سو احادیث لکھوائیں اور پھر محل سے نکلنے کے بعد آپ نے بلند آواز سے لوگوں کو پکارا اور فرمایا: "یاایھا الناس انا کنا منعنا کم امرا قد بذلنا الآن لھولاء وان ھولاء الامراء اکرھونا علی کتابة الاحادیث. تعالوا حتی أحدثکم بھا فحدثھم بالاربعمأة الحدیث"

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک معاملہ سے منع کر دیا تھا جسے ہم نے ان لوگوں کے لیے ابھی کر دیا ہے۔ ان امراء نے ہمیں حدیثوں کے لکھنے پر مجبور کر دیا لہذا آؤ تاکہ میں تم لوگوں کے سامنے بھی ان حدیثوں کو بیان کر دوں چنانچہ آپ نے ان سے چار سو احادیث بیان کیں۔

خطیب بغدادی نے اس نص کو یوں بیان کیا ہے: "ہم لوگ حدیثوں کو لکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ ان گورنروں نے ہمیں اس پر مجبور کر دیا تو ہم نے اس کے بعد کسی مسلمان کو اس سے محروم رکھنا مناسب نہ سمجھا"۔

غور کیجئے اس مستشرق نے "اکرھونا علی کتابة الاحادیث" سے ال کو غائب کر دیا جس سے یہ فضیلت، رذالت میں بدل گئی۔ آپ کی امانت نے اس کو گوارہ نہ کیا "احادیث لکھواتا" جسے آپ ناپسندیدہ سمجھتے تھے، لیکن امراء کے اصرار کی بناء پر آپ نے ان کے لڑکوں کو چند احادیث لکھوائیں تو فوراً عام لوگوں کو بھی لکھوا دیں تاکہ علم کی اشاعت میں جانبداری کا الزام نہ آئے۔ اور اس مستشرق کی امانت کو دیکھئے کہ اس نے "ال" کو غائب کر کے وضع حدیث کی نسبت آپ کی جانب کر دی۔ درانحالیکہ دونوں امور میں کتنا واضح اور بین فرق ہے۔ ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔

مذاہب عالم

توریت کا تعارف

(۵)

ابو ارقم فلاحی

توریت کی تاریخ تدوین:

توریت کے سفر الخروج کے مطابق توریت کے بعض احکام وحی کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے اور بعض احکام کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھوں سے لکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے شفوی وحی کو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر عہد کے صندوق میں رکھ دیا تاکہ یہ اوراق و الواح ضائع نہ ہوں۔ (دیکھیے خروج ۳۴/۳-۸۔ اصحاح ۳۱/۱۸)

موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد آپ کے خلیفہ یوشع بن نون نے اس کا ایک نسخہ پتھروں کی تختیوں پر تیار کیا (سفر یشوع ۸/۳۰-۳۵) یہاں تک توریت کی تاریخ متصل ہے۔ یہودی تاریخ کے مطابق، بنی اسرائیل اس تابوت کو اپنے ہمراہ ایک معرکہ میں لے گئے تاکہ اس کی موجودگی ان کے اندر صبر و ثبات اور حوصلہ پیدا کرے اور وہ فتحیاب ہوں۔ لیکن اس معرکے میں فلسطینیوں کو فتح اور بنی اسرائیل کو شکست ہوئی اور دشمن وہ تابوت اٹھا لے گئے۔ (دیکھیے صموئیل اول ۴/۱-۱۱)

یہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس کیسے واپس آیا اس سلسلے میں قرآن یوں روشنی ڈالتا ہے۔

"اس کے ساتھ ان کے نبی نے ان کو یہ بھی بتایا کہ خدا کی طرف سے اس کے بادشاہ مقرر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے عہد میں وہ صندوق تمہیں واپس مل جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے سکون قلب کا سامان ہے۔ جس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں اور جس کو فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں۔ (سورۃ البقرہ: ۲۴۸)

بائبل کے بیان کے مطابق اس صندوق کو فلسطینی مشرکین نے جس شہر اور جس بستی میں رکھا گیا وہاں وبائیں پھوٹ پڑیں آخر کار انہوں نے خوف کے مارے اسے ایک بیل گاڑی پر رکھ کر گاڑی ہانک دی۔ غالباً اسی معاملے کی طرف قرآن ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے کہ اس وقت وہ صندوق فرشتوں کی حفاظت میں تھا کیونکہ وہ بیل گاڑی بغیر کسی گاڑی بان کے ہانک دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ فرشتوں ہی کا کام تھا کہ

وہ اسے چلا کر بنی اسرائیل کی طرف لے آئیں (تلخیص تفہیم القرآن: ۸۱)

سلیمان علیہ السلام نے اپنے عہد میں جب اس صندوق کو کھلوا تو دو تختیوں کے علاوہ اس میں کوئی چیز نہ تھی۔ (۱)

(۱) : سلاطین اول میں ہے۔ "اور اس صندوق میں کچھ نہ تھا سوا پتھر کی ان دولوحوں کے جن کو وہاں موسیٰ علیہ السلام نے حورب میں رکھ دیا تھا"۔ باب ۸/۱۰)

سلیمان علیہ السلام کے بعد رحبعام کے عہد میں "شیشق" نے جب مصر پر ۹۳۵ق م میں حملہ کیا تو وہ ہیکل کا پورا خزانہ اٹھا لے گیا۔

اخبار الایام الاول میں ہے: "اور رحبعام بادشاہ کے پانچویں برس میں شاہ مصر شیشق نے یروشلم پر چڑھائی کی اور اس نے خداوند کے گھر کے خزانوں اور شاہی محل کے خزانوں کو لے لیا بلکہ اس نے سب کچھ لے لیا۔ (۱۲/۱۲۵۔ ۲۶)

سلیمان علیہ السلام کے بعد توریت کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ تقریباً تین صدیوں تک توریت گم رہی۔ یہاں تک کہ ۶۲۲ ق م میں "ملک یوشیا" کے عہد میں حلقیا کاہن نے دعویٰ کیا کہ اس نے توریت کا نسخہ ہیکل میں پایا ہے۔

سلاطین ثانی میں ہے!

اور سردار کاہن حلقیا نے شافان کاتب سے کہا کہ مجھے خداوند کے گھر میں توریت کی کتاب ملی ہے اور حلقیا نے وہ کتاب شافان کو دی اور اس نے اس کو پڑھا اور شافان بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ کو خبر دی کہ تیرے خادموں نے وہ نقدی جو ہیکل میں ملی نگران کارگزاروں کے ہاتھ میں سپرد کی جو خداوند کے گھر کی نگرانی رکھتے ہیں اور شافان منشی نے بادشاہ کو یہ بھی بتایا کہ حلقیا کاہن نے ایک کتاب میرے حوالے کی ہے اور شافان نے اسے بادشاہ کے حضور پڑھا جب بادشاہ نے توریت کی کتاب کی باتیں سنیں تو اپنے کپڑے پھاڑے" (باب ۲۲/۸۔ ۱۱)

اکثر و بیشتر محققین حلقیا کے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتے۔ غور کیجئے ہیکل میں خادموں اور کاہنوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ اور ہر زمانے میں ہیکل کے متولی بدلتے رہے تو آخر حلقیا کے علاوہ کسی اور کی نگاہ اس نسخہ پر کیوں نہ پڑی۔ پھر جو نسخہ حلقیا کو ملا آیا وہ موسیٰ علیہ السلام کا لکھا ہوا تھا یا یوشع والا نسخہ تھا۔ اس کی کوئی صراحت حلقیا نے نہیں کی ہے اور پھر خود یہ نسخہ یوشیا کے زمانے میں اس کی حکومت

کے اٹھارہویں سال میں ملا تو آخر اس مدت میں حلقیا کاہن کہاں تھے۔ اس کی نگاہ آخر شریعت کے اس نسخہ پر اس دوران کیوں نہیں پڑی؟ اور پھر کیا ثبوت ہے کہ حلقیا کو جو نسخہ ملا وہ حقیقۃً موسیٰ علیہ السلام کا تحریر کردہ تھا۔ ہو سکتا ہے بنو اسرائیل کے دشمنوں میں سے کسی نے اسے لکھ کر رکھ دیا ہو۔ پھر خود سفر الملوک کے مطابق حلقیا کے آباء و اجداد شریعت کے جملہ احکام سے ناواقف تھے تو حلقیا کاہن کو آخر یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ یہی شریعت توریت کا اصلی نسخہ ہے۔ اسی لیے بیشتر محققین کا خیال ہے کہ جب حلقیا نے "یوشیا" کی دین کی جانب رغبت دیکھی تو اس نے شفوی روایات کی مدد سے توریت کا ایک نسخہ خود تیار کیا ہوگا اور اس کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی جانب کر دی ہوگی۔

۵۸۶ق م کا حادثہ اور توریت کا ضیاع:

۵۸۶ق م میں بخت نصر نے جب یروشلم پر حملہ کیا تو توریت ایکبار پھر ضائع ہو گئی۔ یہاں تک کہ "عزرا" نے بابل کی اسیری سے واپسی کے بعد اسے دوبارہ مدون کیا۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ عزیر نے الہام کی روشنی میں توریت کو دوبارہ مدون کیا۔ مسیحی محققین کی اس سلسلے میں دو رائیں ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے اس وقت تک شریعت پر لکھی گئی جملہ کتابوں اور مشہور نبی "نحمیا" کی مدد سے اس کی تالیف کی اور بعض کا خیال ہے کہ آپ نے اپنے حفظ کی مدد سے اسے مدون کیا۔

عزیر علیہ السلام نے چاہے جس طرح اور جن ذرائع کو استعمال کر کے توریت لکھی ہو اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ توریت کا یہ نسخہ حلقیا کے نسخہ سے کئی گنا بڑا تھا۔ کیونکہ حلقیا نے جو نسخہ پایا تھا اس کو انہوں نے بادشاہ کے سامنے ایک دن یا ایک مجلس میں پڑھکر سنایا تھا جس پر تمام سامعین رو پڑے تھے جبکہ عزیر علیہ السلام کو اسے سنانے میں ایک ہفتہ لگ گیا۔

(دیکھئے نحمیا ۸/۱۳-۱۸)

تہذیب و تمدن کے ماہرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ موجودہ توریت عہد بابلی میں لکھی گئی۔ (الاسفار المقدسہ قبل الاسلام۔ صابر طعیمہ: ۶۸-۶۹)

پھر توریت کا یہ نسخہ بھی ۱۷۰ق م میں ضائع ہو گیا جب انطاکیہ کے بادشاہ نے یروشلم پر حملہ کیا اور جملہ مذہبی کتابوں کو جلا دیا۔ مشہور محقق مولانا رحمت اللہ کیرانوی "سفر المکابیین" ہی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وہ ہر اس شخص کو قتل کر رہا تھا جس کے پاس عہد نامہ قدیم کا کوئی نسخہ ہوتا یا جس کے بارے میں یہ ثابت ہو جاتا کہ وہ شریعت کے کسی فریضہ کو انجام دے رہا ہے اور پھر اس نسخہ کو ضائع

کر دیا۔ (اظہار الحق: ج ۱، ص ۳۳۷)

چوتھی بار توریت کا ضیاع ۷۰ء میں ہوا جب طیطس رومی نے یروشلم کو تہس نہس کیا اور ہیکل کو گرا دیا اور جملہ یہودی آثار کو مٹا دیا۔ اس حادثہ میں عہد نامہ قدیم کی جملہ کتابیں جنھیں عزیر علیہ السلام نے لکھا تھا ضائع کر دی گئیں اور ان کتابوں سے بنی اسرائیل کا تعلق منقطع ہو گیا۔

زیادہ تر عیسائی محققین کا خیال ہے کہ موجودہ توریت مختلف زمانوں میں مختلف افراد کے نصوص سے مدون کی گئی ہے۔ اس کے بعض نصوص کی تاریخ ۱۲۰۰ ق م تک لوٹتی ہے اور بعض کی آخری تاریخ ۷۰ ق م تک۔ اور موجودہ شکل میں یہ کتاب پہلی صدی مسیح میں لکھی گئی اور لوگوں کے درمیان متداول نسخہ اس کے اس عبرانی نسخہ سے ماخوذ ہے جسے "نسخہ ماسوریہ" کہا جاتا ہے۔ (ماسوراء کے معنی وہ چیز جسے تسلیم کیا جائے یہ لفظ ان مذاکرات اور نقاش کی جانب اشارہ کرتا ہے جو اس کی جمع و تدوین کے دوران پیش آئے تھے)۔ یہ نسخہ علماء یہود کی ایک جماعت نے طبریہ میں چھٹی صدی مسیح سے لے کر بارھویں صدی تک تیار کیا تھا۔ (الیہودیۃ والمسیحیۃ: ص ۱۰۷)

عبرانی میں اس کی پہلی طباعت روقیہ میں ۱۴۸۸م میں ہوئی اور دوسری طباعت ۱۴۹۴م اور پھر اسی نسخہ سے جرمنی اور بقیہ لغات میں اس کا ترجمہ ہوا۔

توریت ابتداء میں ایک جز تھی جب علماء یہود نے اس کا ترجمہ ۲۸۳ ق م میں یونانی زبان میں کیا تو اس کو پانچ اجزاء میں تقسیم کر دیا اور ۱۲۴۰ء میں کارڈینال نے ابواب قائم کیے جنھیں اصحاحات کہا جاتا ہے۔ نیز ایسے ہی توریت غیر مشکل تھی اس پر حرکات و نقاط بہت بعد میں لگائے گئے ہیں۔ سب سے پہلے اس سمت میں کوشش اکیبا کاہن کی قیادت میں ہوئی جن کا انتقال ۱۳۵م میں ہوا ہے۔ یہ علماء جو توریت کی تشکیل و تہذیب میں لگے ہوئے تھے انھیں "ماسورائیین" کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے آٹھویں صدی مسیح کے اوائل میں ایک مکمل نسخہ تیار کیا۔ اس نسخہ کے ظہور سے چار سو سال پہلے عبرانی سے "اریجنس" نے جو لاطینی زبان میں ترجمہ کیا تھا اس میں اور اس ماسوری نسخہ میں متعدد اختلافات پائے جاتے ہیں البتہ اس ماسوری نسخہ کے بعد علماء یہود نے توریت کے تمام قدیم عبرانی نسخوں کو ضائع کر دیا تھا جو حرکات و نقاط لگانے سے پہلے تیار کیے گئے تھے۔ تورات کے شارح حبیب سعید اپنی کتاب "المدخل الی الکتاب المقدس" میں لکھتے ہیں کہ "ماسوری علماء نے اس نئے ماسوری نسخہ کے علاوہ بقیہ تمام نسخوں کو ضائع کرنے میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اس اسوہ کی اقتداء کی جو آپ نے تدوین

قرآن کے بعد، رسم عثمان کے علاوہ دیگر رسم الخط میں لکھے ہوئے قرآن کے نسخوں کو جلا کر قائم کیا تھا۔ (ص ۳۳)

بہر حال توریت کا حالیہ نسخہ درحقیقت ابن اشیر اور آپ کے ساتھیوں نے فلسطین میں نویں صدی مسیح میں ماسوری مدرسہ کے قواعد کی روشنی میں تیار کیا تھا۔ اور انھیں ایام میں بابل میں ابن نفتالی نے بھی ایک نسخہ تیار کیا تھا۔ یہ دونوں نسخے آج موجود نہیں ہیں لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ ان دونوں نسخوں سے ایک تیسرا نسخہ تیار ہوا تھا جو دونوں نسخوں میں موجود اختلافات کی جانب رہنمائی کرتا تھا۔

مدرسہ ماسوری کے قواعد کی روشنی میں ابن نفتالی کا قدیم ترین نسخہ جو انبیاء کی بعض کتابوں پر مشتمل ہے جس کی تاریخ تدوین ۹۱۶ء ہے فی الحال پتروگراد کے "مصحف" میں پایا جاتا ہے۔

اور ابن اشیر کے نسخے سے منقول قدیم ترین نسخہ دسویں صدی مسیح کا برٹش میوزیم میں پایا جاتا ہے جو اسفار خمسہ پر مشتمل ہے۔ کتاب مقدس کا کوئی مکمل مخطوطہ موجود نہیں اور پورے عالم میں موجود عہد نامہ قدیم کے جملہ مخطوطات تیرہویں صدی یا چودھویں صدی مسیح کے ہیں۔

(دیکھئے المدخل الی الکتاب المقدس حبیب سعید: ۳۵،۳۳)

تورات کے قدیم تراجم:

۱: ترجمہ سبعینیہ: یونانی زبان، یونانی علاقوں اور ایشیا و افریقہ میں اسکی تمام نو آبادیات میں رائج تھی چنانچہ یونانی حاکم بطلیموس کے حکم سے ۲۸۲ ق م میں مصر میں ۷۲ یہودی نے تورات کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کو "سبعینیہ" کہا جاتا ہے۔ لاطینی میں اسے SEPTAUGENT اور فرانسیسی میں (VERSION BE, SEPTANT) کہا جاتا ہے اور اس کی جانب (L X X) سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ (تاریخ الصحف السماویۃ)

ان مترجمین نے چونکہ سامری نسخہ پر اعتماد کیا تھا اس لیے عبرانی اور سامری نسخہ میں موجود چھ ہزار اختلافات میں سے ۱۹۰۰ مقامات پر یہ یونانی نسخہ سامری سے متفق نظر آتا ہے۔ اس ترجمے اور اصل عبرانی نسخہ میں مختلف مقامات پر بین فرق پایا جاتا ہے۔

۲: کلدانی ترجمہ: بابل کی اسیری سے واپسی کے بعد یہودی آرامی زبان بولتے تھے جسے کلدانی

بھی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ ضرور ۃً عبرانی نسخہ سے ایک ترجمہ کلدانی میں کیا گیا۔ نحمیا کی یہ عبارت اسی ترجمہ کی جانب اشارہ کررہی ہے۔

"اور انہوں نے اس کتاب یعنی خدا کی شریعت میں سے صاف آواز سے پڑھا اور پھر اسکے معنی بتائے اور ان کو عبارت سمجھادی"۔ (باب ۸/۸)

۳: لاطینی ترجمہ: پہلی صدی مسیح کے بعد نسخہ سبعینیہ سے لاطینی زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا کیونکہ لاطینی زبان ہی شمالی افریقہ میں رائج تھی اور وہاں آباد یہودی و مسیحی لاطینی زبان ہی بولتے تھے۔

۴: حبشی ترجمہ: مسیحیت کے حبشہ میں ۳۴۳م سے ۳۲۷م کے درمیانی فروغ پانے کے بعد چوتھی صدی کے اواخر میں "سبعینیہ" سے اس کا ترجمہ حبشی زبان میں کیا گیا۔

۵: غوطی ترجمہ: ۳۵۰م میں پادری اولفیلاس نے عہد نامہ قدیم اور سلاطین اول و ثانی کا ترجمہ نہیں کیا۔

۶: ارمنی ترجمہ: اسحاق بطریق (۳۹۰-۴۲۸م) نے ارمنی میں سب سے پہلا ترجمہ کیا۔

۷: عربی ترجمہ: سب سے پہلا عربی ترجمہ اشبیلیہ کے پادری یوحنا اسقف نے ۷۲۴م میں کیا۔

اسکے علاوہ حنین بن اسحاق نسطوری نے ۲۶۰ھ میں یونانی نسخہ سے عربی میں ایک ترجمہ کیا اور اسی طرح ابو کثیر (۹۳۴م) میں اور سعید بن یوسف الفیومی (۹۴۳م) نے بھی عربی میں ترجمے کیے اور پھر ہبۃ اللہ بن العسال نے ۱۲۵۰م میں قبطی سے عربی میں ترجمہ کیا۔

عصر حاضر میں متداول دو ترجمے ہیں۔ پہلا ترجمہ "امریکن پروٹسٹنٹ ترجمہ" کے نام سے معروف ہے جسے پانچ عالموں نے مل کر کیا ہے۔ دو امریکی اور تین لبنانی۔ عہد نامہ قدیم ۱۸۶۵م میں شائع ہوا ہے جو ۳۹ اسفار پر مشتمل ہے۔

دوسرا ترجمہ ۱۸۷۲م ۱۸۸۰م کے درمیان ہوا ہے جو بیروت سے ۱۸۸۰م میں شائع ہوا ہے۔ پھر ایک تیسرا کیتھولک ترجمہ بیروت سے ۱۹۶۰م میں شائع ہوا ہے جو عہد نامہ قدیم کے صرف ۴۶ اسفار پر مشتمل ہے۔

تعارف و تبصرہ

معالجاتی مشاہدات

مصنف: حکیم محمد ایوب طباعت: عمدہ

صفحات: ۳۲۹ تقسیم: گلوبل میڈیا ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی

ابواب: ۹ مبصر: ظفرہ علم خان (فری لانس جرنلسٹ)

انداز بیان برجستہ، سلیس، جامع، دلچسپ و پراثر ہے۔۔ ایک اچھے پیرائے میں متعدد عجیب وغریب بیماریوں کا سلسلہ وار تذکرہ ہے، اور ساتھ ہی ان کے ازالہ کی خاطر اپنائے گئے کامیاب طریقوں اور ادویات کی تفصیلات بڑی بلاغت سے درج ہیں۔ آخر میں مریضوں کی رنگین تصاویر بھی ہیں۔ کتاب ایک جہاں دیدہ و کہنہ مشق حکیم کے برسہا برس کے مشاہدات کا نچوڑ ہے جس کے سلسلہ میں اپنے تاثرات قلمبند کرنے کی میں جسارت کررہا ہوں ہر چند کہ میرا حکمت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور میں ایسا کرنے میں حق بجانب بھی ہوں۔ وجہ یہ کہ میں نے مصنف کی کتاب زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور بہت غور سے پڑھا ہے۔ یہ صحیفہ ضخیم ایک روشن آفتاب کی مانند میری آنکھوں کے سامنے کھلا رہا۔ اس کے تمام اوراق ایک ایک کرکے نظر نواز ہوتے رہے اور میں ہر عکس کو ذہن کے آئینے میں اتارتا گیا اور سب سے بڑھ کر تو یہ کہ میں مصنف کا عقیدت مند پڑوسی بھی ہوں اور میری ان سے عقیدت کا راز کسی شاعر کے اس شعر میں مضمر ہے۔

جن پاک نفس انسانوں میں کردار کی عظمت ہوتی ہے!
ایسوں سے نہ ہم مل پائیں اگر نادیدہ عقیدت ہوتی ہے!!

اور یہ راز بھی کھول دوں کہ مصنف سے میں جب بھی ملا محض رسماً نہیں بلکہ ان سے میری ملاقات اصل میں میرا مطالعہ تھی۔ اور بچپن سے ہی راقم الحروف کی دلچسپی کتاب سے زیادہ شخصیات پڑھنے میں رہی ہے۔

قدرت نے اس طبیب باکمال کے ہاتھ میں ایسی شفا رکھی کہ بہت سے لاعلاج ہر جگہ سے مایوس مریضوں کو بھی اپنے خود کے وضع کردہ طریقوں سے اس طرح شفایاب کیا کہ اچھے اچھے ڈاکٹر تک انگشت بدنداں نظر آئے۔ اور انہوں نے صرف یہ کہہ کر ٹال دی کہ یہ تو اللہ میاں کا خصوصی کرم ہے۔ بے شک! مگر اخلاص، تڑپ، جدوجہد کا بھی کردار کچھ کم نہ تھا! خداوند قدوس نے انہیں ایک حساس فطرت، اعلیٰ بصیرت، حیرت انگیز ذوق مطالعہ، حلم و بردباری، حق گوئی و بے باکی، خیر و فیض جیسے جواہر سے آراستہ کیا۔ مزید برآں بغیر الحساب رزق سے بھی نواز کر ایک مخیر دل بھی عطا کیا اور سماج میں عزت و توقیر بخشی۔ تقریباً نصف صدی سے اب تک ان کے وسیع مطب میں مریضوں کا ایک جم غفیر سا ہوتا چلا آیا ہے۔ حیرت ہوتی ہے بھارت میں کیسے کیسے امراض ہیں!

ظاہر ہے برسوں سے اس قدر مریضوں اور ان کے گونا گوں امراض سے حاصل ہونے والے تجربات پر مبنی یہ کتاب طبابت کا شہپارہ کیوں نہ ہو! یہاں تک کہ آج کل علالت کی مجبوری کے باوجود بستر پر پڑے پڑے مریضوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ضعف جسم ونظر بھی مانع نہیں۔ سوئے سوئے نسخہ جات لکھتے جاتے ہیں۔ شاید ان کے اسی جذبہ اخلاص کا اثر ہے کہ دور دراز سے آئے مریض ان کا از حد احترام کرتے ہیں۔ بسا اوقات ان کی عقیدت تو شرک بوس سی جان پڑتی ہے۔

نیز موجودہ تصنیف اس شہد جستجو کے تجربات کا عرق ہے جو حکمت کے لامتناہی صحرا میں حضرت خضر کی مانند عرصہ دراز تک پر تجسس و سرگرداں رہا۔ اور اپنے حاصل صحرا نوردی کو بغرض فیض عام خاموشی سے سپرد صفحہ قرطاس کرتا رہا۔ آج جب کہ اس کے تجربات کا گراں قدر سرمایہ منظر عام پر آ گیا ہے تو میں انتہائی مسرت سے کہہ سکتا ہوں۔ مرحبا! مرحبا! مشاہدات کا یہ نادر خزینہ حکمت کے سربستہ رموز ہمارے لئے اور ہماری آنے والی نسلوں کے فیض کی خاطر افشاء ہوئے ہیں۔ ماشاءاللہ مصنف کی عمر اس وقت ایک صدی پر محیط ہونے کی جانب ہے اور میرے خیال میں اتنے حوصلے اور اتنے انہماک کے ساتھ طبابت کی خاصی مشکل پیچ پر اتنی لمبی اننگ اور اس خوش اسلوبی سے نبھانے والے اطباء شاذ و نادر ہی ملیں گے لہٰذا مجھے اعتماد ہے یہ کتاب عمومی وخصوصی دونوں سطحوں پر یکساں طور پر مقبول ومفید ہوگی۔ بہر کیف مصنف کے ہم پیشہ حضرات کی آراء اس سلسلے میں میرے تاثرات سے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہوں گی اور وہ بلاشبہ مجھ سے بہتر اس کتاب کی قدر و قیمت کا تعین بھی کر سکیں گے برطانوی شاہی خاندان کی رہنمائی پر مامور شہرہ آفاق دانشور Francis Bcacon نے کتابوں کے تین خانے بنائے ایک میں وہ آتی ہیں جو صرف دیکھنے کے لائق ہوتی ہیں، دوسرے میں وہ آتی ہیں جو دیکھنے اور چبانے کے لائق ہوتی ہیں اور تیسرے میں وہ آتی ہیں جو دیکھنے، چبانے اور اچھی طرح ہضم کرنے کے قابل ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ محترم حکیم ایوب صاحب کی یہ کتاب خوب پیس پیس کر، خوب چھان پھٹک کر پینے کے بعد ہی اثر دکھائے گی اور شاید اسی زحمت سے بچنے کی خاطر آج کی تیز رفتار دنیا کا مریض حکمت سے گریزاں ہے نتیجتاً بیچاری حکمت آج خود منت کش دعا ہو گئی ہے اور اس کے شاندار ماضی کا ہر نقش تاریخ کے کاغذی پیرہن میں آج فریادی ہے۔ ورنہ جڑی بوٹیاں آج بھی بولتی ہیں ہم ہی امراض کی دوا ہیں۔

یہیں موصوف کی ایک خاص بات بھی عرض کرتا چلوں۔ انہوں نے حکمت اور جدید طب دونوں کو یکساں مہارت اور کامیابی سے برتا ہے۔ بالکل علی گڑھ کی پرشکوہ شیروانی کی طرح جو پینٹ کے ساتھ ہو تو سر (Sir) بنا دے اور پاجامے کے ساتھ ہو تو عالی جناب!

ہاں ایک اہم بات تو رہ ہی گئی کتاب کی قیمت ۱۲۰ روپے ہے اور فی الوقت اردو میں ہی ہے۔ اور بھلا ہو اردو کے معزز قارئین کا جن کے یہاں کباب خرید کر کھانے اور کتاب ادھار مانگ کر پڑھنے کا چلن عام ہے!

شعر و نغمہ

غزل

عہد نو کے جادہ کا میر کارواں ہو جا
پیکر عمل بن کر حسن کہکشاں ہو جا

زندگی کی راہوں میں روشنی بکھر جائے
کوچہ عمل میں پھر چل کے ضوفشاں ہو جا

قوم کی تمنائیں بے چراغ ہیں کب سے
اے تجلی باطن اب تو ضوفشاں ہو جا

کاش تیرے نغموں سے بے خودی مچل اٹھے
ایسا خوشنوا ہو جا ایسا نغمہ خواں ہو جا

کس لئے ہراساں ہے سحر کار باطل سے
تو عصائے موسیٰ ہے سب پہ اب عیاں ہو جا

راہ میں تری آئیں مشکلیں تو کیا غم ہے
اے بلال دوراں تو صبح کا اذاں ہو جا

باہمی تصادم سے منزلیں نہیں ملتیں
اتحاد پیدا کر جوئے نغمہ خواں ہو جا

"ہو اخوت مومن" ہے قرآن کا نعرہ
اس سے یہ تغافل کیوں پھر سے ایک جاں ہو جا

ام رفعت فلاحی

غزل

غموں سے اپنا رشتہ جوڑ کر پردیس جاتا ہے
خوشی سے کون گھر کو چھوڑ کر پردیس جاتا ہے

ضرورت وقت کی مجبور کرتی ہے جب انساں کو
تو ہر دیوار الفت توڑ کر پردیس جاتا ہے

محبت کی جگہ جب نفرتیں پروان چڑھتی ہیں
کسی سے تب کوئی منہ موڑ کر پردیس جاتا ہے

سمندر پار دولت کی فراوانی سہی لیکن
بھلا یوں بھی کوئی دل توڑ کر پردیس جاتا ہے

ارادہ جب کیا ترک سکونت کا تو دل بولا
ارے ناداں کیوں گھر چھوڑ کر پردیس جاتا ہے

وطن کی خاک سے جس کو تعلق الفت نہیں ہوتی
وہی اپنا مقدر پھوڑ کر پردیس جاتا ہے

شفیق

جامعہ کے لیل ونہار

ادارہ

جناب ڈاکٹر قاضی اشفاق احمد صاحب کا توسیعی خطبہ:

مشہور ومعروف اسلامی اسکالر جناب ڈاکٹر قاضی اشفاق احمد صاحب ۳/۳/۲۰۰۳ء کو جامعہ تشریف لائے تو آپ کے دعوتی وتحریکی تجربات سے استفادہ کی خاطر ابواللیث ہال میں ایک نشست کا انعقاد ہوا۔ آپ نے طلبہ واساتذہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا! "یہ درسگاہ ہمارے خوابوں کی تعبیر ہے۔ اس سے ہماری وابستگی قلبی وروحی ہے۔ اس لیے اس درسگاہ میں آنا کوئی وقتی چیز نہیں۔ اسکے بعد آپ نے اپنی زندگی کے درج ذیل سبق آموز قصے بیان کیے۔

(۱) میں علی گڑھ سے جب انجینیرنگ کر رہا تھا تو میرا رجحان اسلام اور تحریک اسلامی کی جانب ہوا۔ مذہب کی جانب شدید جھکاؤ نے مجھے عربی تعلیم کے حصول کی جانب مائل کیا میں نے انجینیرنگ چھوڑ کر عربی، مذہبی تعلیم کے حصول کا ارادہ کیا اور اس سلسلے میں مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی سے مشورہ کیا آپ نے تعلیم کی تکمیل کے بعد مذہبی تعلیم کے حصول کی رائے دی۔ چنانچہ انجینیرنگ سے فراغت کے بعد ثانوی درسگاہ رامپور سے میں نے عربی تعلیم کی تکمیل کی۔ اگر میں نے فوری ردعمل کے طور پر اپنی تعلیم چھوڑ دی ہوتی تو جدید اداروں میں قدم کیوں کر جما پاتا۔

(۲) شبلی کالج میں جب میں انجینیرنگ میں ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ تھا۔ تو وزیر اعلیٰ کا یہ فون آیا کہ اس بچے کا تبادلہ کر دو تاکہ اس کا داخلہ امریکہ میں ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی اور میں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا جس پر مجھے مجاہدین پاکستان کے ساتھ تعاون کا الزام لگا کر معطل کر دیا گیا۔ میں نے صبر کیا، عدالت کی جانب رجوع کے بجائے میں نے خود کو قضاء وقدر کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ چند ہی ماہ کے بعد ۱۹۷۱ء میں آسٹریلیا پہونچ گیا اور یہاں دعوت وتحریک کا ایک پودا لگایا جو الحمد للہ آج تناور درخت بن گیا ہے۔

(۳) ہمارے ادارہ کی جانب سے ایک سالانہ فنکشن ہوتا ہے جس میں فی الحال ۳۵ ہزار مسلمان شریک ہوتے ہیں اس میلے میں وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ بھی شریک ہوتے ہیں۔ میں نے اس سال نومبر ۲۰۰۲ء میں اس فنکشن

میں وزیر اعظم کے بجائے گورنر جنرل کو بلانے کا فیصلہ کیا جس نے مسلمانوں کے تعلق سے بہت برا بیان دیا تھا۔ اس پر ہماری کمیٹی کے بعض ارکان ناراض بھی ہوئے کہ کہیں اس بد معاش کی وجہ سے میلہ میں بدنظمی نہ پیدا ہو جائے۔ ہم نے نماز استخارہ کے بعد گورنر جنرل کو میلے میں آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے دعوت قبول کر لی۔ وہ آئے نظم وضبط اور ڈسپلن کا مشاہدہ کیا اور مسلمانوں کو قریب سے آکر دیکھا تو آخر میں یہ تبصرہ کیا کہ مسلمانوں کے تعلق سے جو پروپیگنڈا کیا جارہا ہے وہ بے جا اور غلط ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ کسی واقعہ کے بعد فوراً ایکشن نہ کریں بلکہ پرو ایکشن کریں۔ یعنی ہر واقعہ پر رک کر غور کریں کہ ہمارا دین اس سلسلے میں کیا ہدایات دیتا ہے اور پھر منصوبہ بند طریقے سے اس پر عمل پیرا ہوں تو حالات کو اپنے موافق بنانے میں کافی مدد ملے گی۔ آخرش آپ نے ۱۱/ ستمبر کے حادثہ پر گفتگو کی اور فرمایا:" اس واقعہ سے فائدہ بھی ہوا ہے اور نقصان بھی۔ نقصان ہوا ہے مسلمانوں کا اور سب سے بڑا فائدہ ہوا اسلام کو۔ اس واقعہ نے مغرب کی عوام کو ہلا دیا ہے اور دنیا میں دو بڑی تبدیلی ہوئی ہے۔ پہلی تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ ہر آدمی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ آخر یہ کون لوگ ہیں جن کے نزدیک جان ومال کی اہمیت نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی امریکہ کے بازاروں میں نہیں پایا جارہا ہے۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ میڈیا کا جو ایک بہت بڑا بھوت تھا اور اس کی ہر بات مان لی جاتی تھی اس کا اعتبار اٹھ گیا۔ حتیٰ کہ ٹائمس کا اعتبار بھی نہیں رہا۔ یہ بہت بڑا موقعہ ہے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس وقت پوری مغربی تہذیب کی بنیادیں لرز گئی ہیں اور یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ یہ تہذیب تو فنا ہونے والی ہے تو آخر اس کی جگہ کون سی نئی تہذیب آئے گی۔ اسلامی تہذیب کے تعلق سے ان کا خیال ہے کہ وہ نہیں آسکتی۔ اس سلسلے میں ہمیں کرنا یہ ہے کہ ہم صبر کریں اور پھر اکیسویں صدی کو ہم قرآن کی صدی بنائیں۔ اس کے لیے فکری انقلاب برپا کریں اور فکری انقلاب کے لیے علوم کونیہ وریاضی اور دونوں عالمی زبانوں عربی اور انگریزی نیز جس ملک میں رہتے ہیں وہاں کی مقامی زبان کا سیکھنا لازمی ہے۔ اس کے بغیر قرآنی دعوت کا تعارف کرانا ممکن نہیں۔

"تیسرا اجلاس عام انجمن طالبات قدیم"

رپورٹ

انجمن طالبات قدیم کا تیسرا اجلاس عام ۲۴/۲۵/۲۶ فروری ۲۰۰۳ء کلیۃ البنات میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز طالبات کے تعلیمی مظاہرہ سے ہوا جس میں حمد ونعت کے علاوہ مختلف طالبات نے مختلف عناوین پر اردو اور انگریزی میں تقریریں کیں۔ بعض مکالمے بھی پیش کیے گئے۔ آخرش اس مظاہرہ کا اختتام ایک دلچسپ منظوم ڈرامہ پر ہوا۔ جس میں معصوم طالبات نے مجاہدین اسلام کی

زبردست عکاسی کی۔

افتتاحی سیشن کا آغاز محترمہ آمنہ نسرین فلاحی صاحبہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد محترمہ نورالصباح صاحبہ نے درس قرآن دیا۔ درس قرآن کے بعد صدر حلقہ محترمہ سلمیٰ جلیل صاحبہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ پھر مہتمم تعلیم و تربیت مولانا رحمت اللہ اثری صاحب نے لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت پر پر مغز خطبہ دیا۔ آپ کے بعد محترم مولانا ولی اللہ صاحب سعیدی امیر حلقہ مشرقی اتر پردیش نے قرون اولیٰ میں مسلم خواتین کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ میں زبردست رول کا تاریخی جائزہ پیش کر کے معلمات وطالبات کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے زور دے کر فرمایا کہ ماؤں اور بہنوں کی کوششوں کے بغیر اقامت دین کا یہ مقدس فریضہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ آخرش یہ سیشن ناظم جامعہ جناب مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی کے صدارتی کلمات پر اختتام پذیر ہوا۔

تیسرا سیشن مغربی تہذیب کے اثرات اور مسلم خواتین پر ایک مذاکرہ تھا۔ اس کا آغاز محترمہ ڈاکٹر نجمہ فلاحی صاحبہ کے خطاب سے ہوا۔ اس مذاکرہ میں محترمہ عاصمہ فلاحی صاحبہ، محترمہ نسیمہ مالک صاحبہ، محترمہ عائشہ طاہر فلاحی صاحبہ، محترمہ تسنیم ضیاء فلاحی صاحبہ اور محترمہ عارفہ کلثوم صالحاتی صاحبہ نے حصہ لیا۔ اور اس کی صدارت محترمہ شمیمہ صالحاتی صاحبہ نے فرمائی۔

صدر انجمن طالبات قدیم محترمہ ساجدہ فلاحی صاحبہ کے صدارتی خطاب کے بعد سکریٹری انجمن طالبات قدیم محترمہ آسیہ فلاحی صاحبہ نے تین سالہ رپورٹ پیش کی اس کے بعد سکریٹری جماعت اسلامی ہند محترمہ مجتبیٰ فاروقی صاحب نے مسلم خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب وعلاج پر اور مولانا غلام اکبر صاحب سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے "معاشرے کا بگاڑ اور اصلاح کی تدابیر" کے عنوان پر اظہار خیال فرمایا۔

اس پروگرام کا ایک اہم جز "مسلم خواتین کے کردار پر" ایک علمی سمینار تھا۔ جس میں کنوینر کے فرائض محترمہ راشدہ فرخ صاحبہ نے انجام دیے۔ اس سمینار کے آغاز میں محترمہ ناصرہ خانم صاحبہ نے پر مغز خطبہ دیا اور محترمہ مشفقہ وقار صاحبہ نے دینی تعلیم سے بے رغبتی اور اس کے نقصانات پر اظہار خیال فرمایا۔

محترمہ سمیہ سبحانی فلاحی صاحبہ نے "رسم و رواج اور خواتین" کے عنوان پر محترمہ ثمینہ فلاحی صاحبہ نے "بے پردگی اور اسکے نقصانات" پر محترمہ شائستہ رفعت صاحبہ نے "خواتین کے مسائل اور ان کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں" کے عنوان پر اور محترمہ آسیہ صاحبہ نے "عصر جدید اور ہم فارغات کی ذمہ داریوں" پر پر مغز مقالے پیش کیے۔

اختتامی سیشن سے پہلے مولانا انعام الدین صاحب، مولانا رحمت اللہ اثری صاحب اور مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی نے طالبات اور معلمات سے خطاب فرمایا اور آخرش یہ سیشن محترمہ سلمیٰ سجاد صاحبہ کے ہدیہ تشکر اور محترمہ ساجدہ صاحبہ کے اختتامی کلمات پر اختتام پذیر ہوا۔

اس پروگرام کا آخری جز انتخاب تھا۔ ۲۶ فروری کو بعد نماز ظہر انتخابی سیشن کا آغاز محترمہ آمنہ نسرین صاحبہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اور پھر محترمہ شمیمہ سجاد صاحبہ کے درس حدیث کے بعد انتخابی عمل کا آغاز ہوا اور درج ذیل ذمہ داران کا انتخاب عمل میں آیا۔

مجلس شوریٰ:

۱۔ محترمہ سلمیٰ سلامت صاحبہ۔ ۲: محترمہ نورالصباح فلاحی صاحبہ۔ ۳: محترمہ عارفہ فلاحی صاحبہ۔ ۴: محترمہ آسیہ فلاحی صاحبہ۔ ۵: محترمہ فرحاں فلاحی صاحبہ۔ ۶: محترمہ راشدہ فرخ فلاحی صاحبہ۔ ۷: محترمہ سلمیٰ سجاد فلاحی صاحبہ۔ ۸: محترمہ شبانہ خورشید فلاحی صاحبہ۔ ۹: محترمہ سمیہ سبحانی فلاحی صاحبہ۔ ۱۰: محترمہ بشریٰ خورشید فلاحی صاحبہ۔ ۱۱: محترمہ ارجمند فلاحی صاحبہ۔ ۱۲: محترمہ نزہت النساء فلاحی صاحبہ۔ ۱۳: محترمہ ثمینہ فلاحی صاحبہ۔ ۱۴: محترمہ تسنیم ضیاء فلاحی صاحبہ۔ ۱۵: محترمہ بشریٰ علائی فلاحی صاحبہ۔

ذمہ داران انجمن:

صدر انجمن طالبات قدیم			ساجدہ فلاحی صاحبہ
سکریٹری	//	//	محترمہ آسیہ فلاحی صاحبہ
معاون سکریٹری		//	محترمہ سلمیٰ سلامت صاحبہ
خازن	//	//	محترمہ سلمیٰ سجاد صاحبہ
محاسب	//	//	محترمہ فرحاں انوار صاحبہ

شیخ الجامعہ کے ہمراہ اساتذہ وکارکنان جامعہ کا عصرانہ:

۳/۳/۲۱ ۲۰۰۳ء کو ابو الليث ہال میں جملہ اساتذہ وکارکنان جامعہ کو شیخ الجامعہ کے ہمراہ عصرانہ مدعو کیا گیا۔ موصوف نے اساتذہ وکارکنان سے خطاب کرتے ہوئے جامعہ کے اعلیٰ نصب العین کو ہمیشہ مستحضر رکھنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے معلمین سے اپنی علمی سطح کو بلند سے بلند تر کرتے رہنے کی کوشش پر ابھارا مختلف موضوعات پر تیار اساتذہ کو طلبہ کے سامنے ان موضوعات پر توسیعی خطبہ ولیکچرز دینے کی تلقین فرمائی۔ نیز اس بات پر زور دیا کہ جامعہ کی فضا علمی بنائی جائے اور طلبہ اور اساتذہ کے اندر علم کا شوق اور تجسس کی کیفیت پیدا کر دی جائے۔ اساتذہ کرام اونچے درجات کے بعض طلبہ کو ہدف بنا کر مختلف پہلوؤں سے انہیں تیار کریں۔ ہم اپنی زندگی کو آئیڈیل بنائیں ہمیں دیکھ کر ہر طالب علم ہم جیسا بننے کی کوشش کرے۔ جامعہ کی زندگی ۴۰ سال کی ہو چکی ہے۔ یہ جائزہ لینے کا وقت ہے کہ ہماری ان کوششوں کا صلہ کس شکل میں ملا ہے۔

نو واردان بساط چمن:

مختلف انتظامی، تعلیمی اور تربیتی ضروریات کے لیے جن ارباب علم وآگہی کی خدمات جامعہ نے اس سال حاصل کی ہیں ان کا مختصر تعارف ہدیۂ قارئین ہے۔

محترمہ نجمہ بیگم صاحبہ، محترمہ زینت فیاض صاحبہ اور محترمہ منصورہ عرفان صاحبہ کی تقرری صفیہ منزل شعبہ نسواں میں اتالیقہ کی حیثیت سے عمل میں آئی ہے۔ اور محترمہ صبا انجم صالحاتی صاحبہ کی تقرری بحیثیت معلمہ شعبہ حفظ نسواں میں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ہی مربیات ومعلمات کو اپنی تدریسی، تربیتی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مولانا محمد طاہر صاحب مدنی مہتمم جامعہ:

مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۲/مارچ ۲۰۰۳ء نے خرابی صحت کی بناء پر محترم مولانا رحمت اللہ اثری

صاحب مہتمم تعلیم وتربیت کا استعفاء بادل ناخواستہ قبول کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

مجلس شوریٰ نے مولانا محمد طاہر مدنی صاحب کو مہتمم تعلیم وتربیت مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلس عاملہ کے چند اہم فیصلے: مجلس عاملہ منعقدہ ۲۸/مارچ ۲۰۰۳ء نے جامعہ کے نظم وانصرام کے حوالے سے درج ذیل اہم فیصلے کیے ہیں۔ مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی کو شعبہ اعلیٰ کا صدر مدرس، مولانا مقبول احمد فلاحی صاحب کو نگران اعلیٰ، اور مولانا سلامت اللہ اصلاحی صاحب کو اسناد کے ساتھ شعبہ کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور روشنی کا ذمہ دار مقرر کیا ہے۔ اور ماسٹر منور علی صاحب کو ہاسٹل کا انچارج متعین کیا۔ اللہ تعالیٰ جملہ ذمہ داروں کو اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق بخشے اور جامعہ ان حضرات کے زیر نگرانی دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے۔

ششماہی امتحان: دفتر امتحان سے موصول شدہ خبر کے مطابق ۲۹/اپریل بروز پنجشنبہ تدریس کا آخری دن اور ۲/مئی یکشنبہ سے امتحان ششماہی کا آغاز اور ۲۰/مئی پنجشنبہ امتحان کا آخری دن ہوگا۔

اظہار تعزیت:

یہ اطلاع دیتے ہوئے ہمیں بے حد تکلیف ہو رہی ہے جناب محمود عالم فلاحی اور محترمہ بشریٰ فلاحی صاحبہ (معلمہ شعبہ نسواں) کی والدہ محترمہ اختری صاحبہ ۸/۳/۲۰۰۳ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں اور جامعہ سے آپ کو گہری عقیدت تھی۔

مرحومہ کے سوگ اور جنازے میں شرکت کے لیے بعد نماز ظہر مدرسہ بند کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

اعلان عام:

انتہائی معذرت کے ساتھ ہم یہ اعلان کر رہے ہیں کہ بعض اسباب وعلل کی بنا پر جولائی میں دعوت اسلامی اور مدارس دینیہ کے عنوان پر ہونے والا علمی سیمینار موخر کر دیا گیا ہے۔ اب یہ سیمینار انشاء اللہ ۲۴/۲۵/۲۶/فروری ۲۰۰۵ء میں ہوگا۔ جس کی تفصیلات ان شاء اللہ اگلے شمارے میں ہدیۂ قارئین کی جائیں گی۔

روداد انجمن

رپورٹ کارروائی شوریٰ انجمن طالبات قدیم

سکریٹری انجمن

آسیہ فلاحی

نو منتخب شوریٰ کا پہلا اجلاس ۱۴؍مارچ ۲۰۰۲ء کو منعقد ہوا۔ جس میں نئے انتخابات کے بعد مجلس اجلاس عام سے متعلق ضروری امور طے پائے۔

ونگراں اعلیٰ	محترم مولانا انیس احمد صاحب مدنی
۲: مدیرہ	محترمہ آسیہ صاحبہ فلاحی
۳: معاون مدیرہ	محترمہ نورالصباح صاحبہ فلاحی
مجلس ادارت	محترمہ راشدہ فرخ صاحبہ، محترمہ عارفہ صاحبہ
	محترمہ سمیہ صاحبہ، محترمہ شبانہ خورشید صاحبہ

یک سالہ منصوبہ بندی ہوئی جسمیں یونٹوں کی از سر نو تشکیل کا فیصلہ ہوا۔ اور سال میں یونٹس کو منظم کرنے کے لیے چار یا پانچ دورہ کرنا طے پایا اور تمام یونٹس پر مالیات کی فراہمی کے لیے ۵۰۰،۰۰ روپے کا ٹارگٹ متعین کیا گیا۔

جامعہ کی تعمیر و ترقی میں تعاون کے طور پر لائبریری کو کتب فراہم کرانا۔ اس کے لیے بجٹ منظور کرنا۔ لائبریری میں طالبات کے بیٹھنے کا نظم کرنا۔ دیگر تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور اس کی تدابیر اور ان سے بہتر تعلقات کی کوشش کرنا۔

دستوری دفعہ ۳ ش طریقہ کار پر غور (الف) کے لیے ممکنہ تدابیر۔

طالبات کی علمی سطح کو بلند کرنے کی کوشش اور ان کے لیے ممکنہ تدابیر و ذرائع، فارغات کو اسقبالیہ، نادار طالبات کے لیے ان کی تعلیم سے متعلق ضروریات کے لیے بجٹ کی منظوری، کلیۃ البنات کے جملہ شعبہ جات کی ضروریات پر نظر اور ان کی بہر صورت تکمیل کی کوشش۔ دیگر رفاہی کاموں کے لیے ایک مستقل فنڈ کا قیام، لائبریری کے لیے کتب کی فراہمی کے لیے بیرون ملک فارغات کا تعاون حاصل کرنا۔

بعد شش ماہی دیگر دینی اداروں سے ربط کے سلسلے میں مدارس بنات کے درمیان انعامی مقابلہ، قرأت، تحریر، فقہ اسلامی وغیرہ کا انعقاد۔ دستوری دفعہ ۳ کے سلسلے میں فارغات سے ملاقاتوں کے وقت ان کے مسائل سے آگاہی۔ طالبات کی علمی سطح کو بلند کرنے کے لیے ذمہ داروں سے ربط۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے اور اس کو اپنے یہاں شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔